میدان جہاد
کے عملی تجربات

الشیخ أبو مصعب السوري فك الله أسره

نوائے
افغان جہاد

بشکریہ نوائے افغان جہاد

تعارف شیخ ابو مصعب سوری فک اللہ اسرہ

آپ اکتوبر 1958 میں ملک شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصلی نام مصطفی بن عبد القادر ست مریم نصار ہے اور قلمی نام عمر عبدالحکیم ہے۔ آپ کا تعلق ایک روایتی دینی گھرانے سے تھا۔ آپ حلب کی یونیورسٹی میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے جب آپ نے شامی جابر حکمران اور اہلسنت عوام کے قاتل حافظ الاسد کے خلاف اخوان المسلمین کے عسکری شعبے میں شامل ہو کر جہاد میں حصہ لیا۔ آپ کے جہادی سفر کا آغاز 11 جون 1980 میں 21 سال کی عمر میں شروع ہوا۔

شامی حکومت نے آپ کے عسکری گروہ کے کئی ارکان گرفتار کر لیے اور شیخ ابو مصعب کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے گئے جس کے بعد آپ نے اردن کی جانب ہجرت فرمائی اور اس دوران آپ کا تعلق "اخوان المسلمون" کے عسکری گروہ سے برقرار رہا یہاں تک کہ آپ کو ایک مجموعے کا امیر بنا دیا گیا اس کے بعد آپ کو عسکری تربیتی دورے کے لیے عراق میں بھیج دیا گیا۔

آپ کی عمر اس وقت 22 سال تھی جب آپ نے بغداد میں واقع عراقی فوج کے الرشید کیمپ میں اخوان المسلمین کے عسکری شعبے کے ماہر استادوں کی نگرانی میں عسکری تربیت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی شرعی دوروں میں بھی شرکت کی اور کچھ ہی عرصے بعد آپ نئے مجاہدین کو عسکری تربیتی دورے کرانے لگے۔ آپ اسی کی دہائی کے اواخر (1987) میں روس کے خلاف جہاد میں شرکت کے لیے افغانستان آگئے اور یہاں شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ سے ملاقات کی۔ آپ 92-1987 افغان اور عرب مجاہدین کے معسکروں میں تربیتی استاد رہے۔ اس کے بعد آپ نے کچھ عرصہ سپین اور برطانیہ میں گزارا اور پھر 1998 میں واپس افغانستان آگئے اور مجاہدین کے تربیتی معسکر چلانے لگے۔ آپ سپین کی حکومت کو 2001 سے مطلوب تھے اور 2004 میں امریکہ نے آپ پر 5 ملین ڈالر کا انعام رکھا۔

2004 میں میڈرڈ سپین میں ہونے والی عظیم کاروائی بھی آپ کی معاونت سے انجام پذیر ہوئی۔ اس کے علاوہ 1985 میں سپین میں ہونے والے بم دھماکوں کا منصوبہ ساز سمجھا جاتا ہے۔ آپ کو 31 اکتوبر 2005 میں ماہ رمضان میں پاکستان کی ناپاک خفیہ ایجنسیوں نے کوئٹہ سے گرفتار کیا اور امریکی حکومت کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

آپ مجاہدین کے ممتاز عالم، بہترین عسکری استاد اور حکمت عملی کے ماہر کے طور پر معروف ہیں۔ آپ کو عالمی جہاد کا معمار بھی کہا جاتا ہے۔ شیخ ابو مصعب سوری "دعوة المقاومة الاسلامیہ العالمیہ" جیسی معرکۃ الآرا تصنیف کے مصنف ہیں۔ 1660 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں آپ نے سابقہ جہادی تجربات اور اس کا جائزہ، اور آئندہ کی جہادی حکمت عملی خاص طور پر انفرادی جہاد کے علاوہ بہت سے اہم موضوعات پر بھی لکھا ہے۔ یہ مضمون "میدان جہاد کے عملی تجربات" بھی شیخ کی اسی کتاب سے منتخب کیا گیا ہے۔ اس مضمون کا اردو ترجمہ جماعت "القاعدہ برصغیر" کے ترجمان مجلہ "نوائے افغان جہاد" میں قسط وار نشر کیا گیا۔

میدان جہاد کے عملی تجربات

الشیخ ابومصعب السوری فک اللہ اسرہٗ

(یہ مضمون اس سے پہلے جماعت ''القاعدہ برصغیر'' کے ترجمان مجلّہ نوائے افغان جہاد میں قسط وار نشر ہو چکا ہے)

ہماری عسکری فکر کی بنیاد میدان جہاد میں پیش آنے والے ذاتی تجربات کا مطالعہ اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف مراحل میں محاذ کی زندگی اور اس کی تکالیف سے گزرنا ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر میں نے اپنی عسکری فکر کو استوار کیا ہے۔

ایسے افکار صرف وہی لوگ تشکیل دے سکتے ہیں جو اللہ کی توفیق سے بذاتِ خود تحریک جہاد میں متحرک رہ چکے ہوں، یہ افکار جنگی میدانوں ہی کے لیے لکھے جاتے ہیں۔ اور ان کی تفاصیل اس وقت جمع ہوتی ہیں جب مجاہدین محاذوں پر جنگ کے بعد ستا رہے ہوتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اس جماعت کا ایک فرد بنادے۔

میری زیادہ تر تحریر تنظیمی اور عسکری لائحہ عمل سے متعلق ہے جس کی بنیاد میرے ذاتی تجربات، مطالعہ، موازنہ اور تجربہ کار جہادی قیادتوں سے گفت وشنید ہے۔ ان میں زیادہ تر معاملات کا تعلق جنگی حکمت عملی کے بارے میں انفرادی مشاہدات واسباق سے ہے نہ کہ حلال وحرام یا فتاویٰ کی بحث سے۔

۱۹۹۱ء کے موسم میں ہی میں نے اس فکر کا پہلا بیج بو دیا تھا جب آپریشن Desert Storm نے خطرے کی گھنٹی بجائی اور اس کے طوفانی تھپیڑوں کا رخ ہمیں اپنی طرف افغانستان میں ہوتا دکھائی دیا۔ بعد ازاں جہاد الجزائر کے زلزلوں میں اس فکر کی مزید تعمیر ہوئی اور پھر امارت اسلامیہ افغانستان کے معسکرات اور محاذوں پر یہ فکر پختہ ہوگئی اور میرے ذہن میں اس کی حتمی شکل طے پا گئی۔

میں نے امارت اسلامیہ کے تعاون سے اس فکر کی عملی تطبیق کی کوشش کی۔ ستمبر ۲۰۰۱ء کی صلیبی یلغار کے نتیجہ میں جب ہم نظر بندی اور قید کی سی زندگی میں داخل ہو گئے تو میں اس فکر کو حتمی تشکیل دینے کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر پایا۔ مجھے واقعات پر غور وخوض کرنے، تصورات کو دہرانے اور لکھنے کا موقع مل گیا۔ افغانستان کے سقوط کو تین برس بیت چکے ہیں۔ اس عرصہ میں پیش آنے والی تبدیلیوں نے تاریخ کے دھارے کو موڑ کر رکھ دیا ہے۔

امریکی یلغار کا آغاز جدید جنگی طریقوں اور ہر جگہ بھرپور حملوں سے ہوا۔ ان حملوں کو دیکھ کر مجھے اپنے خیالات کی حقانیت کا یقین ہو گیا، واللہ اعلم۔ اور مجھے مدد ملی کہ میں ان خیالات کو نئے حالات کے سانچے میں ڈھال سکوں۔ ہمارے دشمنوں اور ہمارے درمیان مادی قوت کا توازن بکھر چکا ہے۔ ترازو پہلے ان کی جانب جھکا اور پھر ٹوٹ گیا۔ لہٰذا ہمارے اور ان کے درمیان مادی توازن بالکل نہیں ہے۔ اگر ہمیں ان کے مدمقابل صف آرا ہونا ہے تو یہ موازنہ تو کیا ہی نہیں جا سکتا اور ہمیں یقیناً ان کے مدمقابل آنا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے۔ ان کے مقابلے کے لیے ہمیں یہی تصورات قابل عمل نظر آتے ہیں جو میں اس باب میں مکمل تصادم کے نظریہ کے تحت بیان کروں گا، ان شاء اللہ۔

میں اللہ سے فتح، آسانی، سچائی پر استقامت، رحمت، ہدایت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ اللہ جل شانہ، اپنے فضل سے میری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

جہادی تجربات کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا اور یہ ستمبر ۲۰۰۱ء تک جاری ہے جس کے بعد ایک نئی دنیا کا آغاز ہوا۔ ان واقعات کا مشاہدہ کرنے والا شخص طریقہ تصادم کی بنیاد پر ان کو تین طریقہ ہائے جہاد میں تقسیم کر سکتا ہے۔ اس عرصہ میں لڑا جانے والا ہر جہاد انہیں تین اقسام کے ضمن میں آتا ہے۔ یہ تین اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

الف) خفیہ جہادی تنظیموں کا نظم؛ (علاقائی، خفیہ، تنظیمی شکل کی حامل)

جن تحریکوں نے جہادی نظریے کو اپنایا اور علاقائی سطح پر خفیہ تنظیمی ترتیب کے ساتھ کام کیا، ان تحریکوں کا بنیادی مقصد مسلح جہاد کے ذریعے موجودہ حکومتوں اور نظام کو اکھاڑ کر اسلامی نظام کا قیام تھا۔

نتائج کا خلاصہ:

ا۔عسکری شکست	میدان میں شکست
۲۔امنیات [داخلی رازداری کا نظام] میں ناکامی	خفیہ تنظیموں پر پابندی
۳۔دعوتی ناکامی	امت مسلمہ کو متحرک کرنے میں ناکام
۴۔تعلیمی ناکامی	خفیہ ہونے کی وجہ سے تربیت کا فقدان
۵۔سیاسی ناکامی	مقاصد کے حصول میں ناکامی
نتیجہ:	ہر سطح پر مکمل ناکامی

ب)کھلے محاذوں کا نظم :

یہ جہادی معرکوں کی وہ قسم ہے جو کھلے محاذوں پر لڑے گئے ان میں سب سے زیادہ معروف افغانستان، بوسنیا اور چیچنیا کے حالیہ محاذ ہیں۔ان محاذوں پر جو طریقے استعما ل کیے گئے ان میں مستقل ٹھکانوں سے دشمن کا سامنا کرنا اور قدرے باقاعدہ چھاپہ مار جنگ شامل ہے۔

نتائج کا خلاصہ

ا۔زبردست عسکری فتح

۲۔امنیات میں کامیابی جاسوسی اداروں کے کردار میں کمی

۳۔دعوتی کامیابی امتِ مسلمہ ان معاملات پر متحرک ہوئی

۴۔معسکرات اور محاذوں پر تعلیم و تربیت میں جزوی کامیابی

۵۔افغانستان کے علاوہ باقی جگہوں پر سیاسی ناکامی،صرف افغانستان میں امارت اسلامیہ قائم ہو پائی۔

نتیجہ: بالعموم کامیابی اور افغانستان میں مکمل کامیابی

ج)انفرادی جہاد اور مختصر مجموعہ جات کا نظم

یہ جہادی نظم کی وہ قسم ہے جس میں فرد یا گروہ نے علیحدہ کارروائیاں کیں ان میں سے کچھ کارروائیاں ذیل میں دی گئی ہیں۔

☆ سیّد نصیر المصری کا ایک بڑے یہودی کاہن کو قتل کرنا،

☆ رمزی یوسف بلوچی کی نیویارک کے ٹریڈ ٹاور کو اڑانے کی پہلی کوشش،

☆ الدقمسہ اردنی کا بارڈر پر ایک یہودی عورت کو قتل کرنا،

☆ سلیمان خاطر المصری کا اسرائیلی سرحد پر محافظوں کو قتل کرنا،

☆ خلیجی جنگ کے دوران میں کی جانے والی انفرادی کارروائیاں۔

خلاصہ

ا۔عسکری کامیابی اور دشمن لرز گیا۔

۲۔امنیاتی فتح، کیونکہ یہ ایسی کارروائیاں ہیں جو مستقبل میں مزید مجموعے بنانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔

۳۔دعوتی کامیابی، کیونکہ امت ایسی کارروائیوں کے نتیجہ میں متحرک ہوئی۔

۴۔تعلیمی ناکامی، نظام العمل کے نہ ہونے کی وجہ سے

۵۔سیاسی ناکامی، کسی ایسے لائحہ عمل کی عدم موجودگی کی وجہ سے جو ان کارروائیوں کو مقصود میں ڈھال سکے۔

نتیجہ: دشمن کو پریشان کرنے اور امت کو متحرک کرنے میں کامیابی

لہٰذا ہم مناسب ترین طریقہ کار وضع کرنے کے لیے ان تین قسم کے نظم پر بحث کرتے ہیں۔

اول)**خفیہ جہادی تنظیموں کا نظم(علاقائی ، خفیہ ، تنظیمی شکل کی حامل)**

جیسا کہ اوپر جدول میں مختصراً واضح کیا گیا کہ یہ طریقہ کار ہر سطح پر مکمل ناکامی سے دوچار ہوا۔اس لائحہ عمل کے بارے میں میرے یہ الفاظ کسی خارجی نقاد کی حیثیت سے نہیں بلکہ میں بذات خود اس کی قیادت کا ایک فرد،اس طرز عمل کا داعی اور مصور رہا ہوں۔میں اللہ رب العزت سے توفیق اور قبولیت کا سوال کرتا ہوں۔

لیکن میں طریقہ کار کو ذریعے کی حیثیت سے دیکھتا ہوں نہ کہ ایک بت جس کی بندگی شروع کر دی جائے۔ہمیں اس طریقہ کار کو استعمال کرنا چاہیے جس کا نفع ثابت ہو اور ان طریقوں کو چھوڑ دینا چاہیے جنہیں وقت نے بودا کر دیا ہو۔بصورت دیگر وقت ہمیں بھی ایسا ہی کر کے رکھ دے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات نے خفیہ جہادی تنظیموں کو ختم کر دیا اور اس کے بعد کے حالات نے تو ان کے باقی ماندہ کردار کا بھی خاتمہ کر دیا بالخصوص عرب علاقوں سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں۔ان تنظیموں کے اکثر مجاہدین یا تو شہید کر دیے گئے یا گرفتار ہو گئے لیکن اس نظم کے خاتمہ کی اصل وجہ یہ نہیں۔عملاً تو یہ نظم بیس سال قبل ۱۹۹۰ء میں نیو ورلڈ آرڈر کا نقارہ بجتے ہی ختم ہو گیا تھا۔

بیسویں صدی کے آخری عشرے میں جہاد اور کفار کی اصطلاح میں دہشت گردی کے خلاف مہم اس قابل ہو چکی تھی کہ وہ ان تنظیموں کی امنیات کا خاتمہ کر دے،عسکری سطح پر انہیں شکست دے،ان تنظیموں کو عوام سے علیحدہ کر دے،ان کی ساکھ کو بگاڑ دے،ان کے مالی وسائل مفقود کر دے،ان کے افراد کو بے گھر کر دے اور انہیں مستقل خوف،بھوک ،افراد اور اموال کی کمی سے دوچار کر دے۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے میں اور دوسرے پرانے مجاہدین بخوبی آگاہ ہیں۔آہستہ آہستہ یہ تنظیمیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ان کے بچے کھچے افراد اپنے بیوی بچوں اور ساتھیوں کے ساتھ چھوٹے گروپوں کی صورت میں مشرق ومغرب میں پناہ گزین بن گئے۔اپنے دین اور نظریہ کی خاطر یہ لوگ دربدر پھرتے رہے اور ایسی حالت میں وہ کچھ بھی تعمیر نہ کر سکے۔

مراکش میں حسن ثانی کے فرعونی اقتدار نے ساٹھ کی دہائی میں جہادی تنظیم ''الشباب المغربیہ''کو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔یہی کچھ ستر کی دہائی میں شاذلی بن جدید کی حکومت نے الجزائر میں کیا جب اس نے بڑی آسانی سے ''حرکۃ الدولۃ الاسلامیہ''کا خاتمہ کر دیا۔شام میں نصیری بعث کی موروثی حکومت نے یہی کچھ نیو ورلڈ آرڈر سے دس سال اور ستمبر ۲۰۰۱ء سے بیس سال قبل ''الطلیحۃ المقاتلہ الاخوان المسلمین''کے ساتھ کیا۔اس کی فوجی قوت نے تنظیم کا مکمل خاتمہ کر دیا۔

مصر میں حسنی مبارک کے مجرم فرعونی اقتدار نے ،اللہ اس قماش کے لوگوں کو اپنی رحمت سے محروم رکھے،مصر کی جہادی تنظیموں کو یکے بعد دیگرے ختم کر دیا۔ان تنظیموں میں سے آخری''جماعۃ الجہاد''اور''الجماعۃ الاسلامیہ''تھیں جنہیں نوے کی دہائی میں ختم کیا گیا۔مصری انٹیلی جنس نے ان کے مراکز بند کر دیے اور حکومت نے ان کے اکثر کارکنان کو گرفتار کر لیا اور یہ سب کچھ ستمبر ۲۰۰۱ء سے کافی پہلے ہوا۔

ایسا ہی کچھ لیبیا میں ہوا جب قذافی کی حکومت نے اسی نوے کی دہائیوں کے وسط میں اسلامی نظام کے قیام کی دونوں کوششوں کو ناکام بنا دیا۔اگر مجاہدین نے کم فوجی قوت اور کمزور استخباراتی (انٹیلی جنس) نظام کے حامل عرب اور دوسرے اسلامی ممالک میں بھی کوشش کی تو نتیجہ یہی نکلا کہ اس تحریک کو کچل دیا گیا۔الجزائر میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۷ء کے درمیان ہونے والے واقعات عرب کے سیکورٹی اداروں کی واضح برتری کی عکاسی کرتے ہیں۔حالانکہ یہ محاذ مجاہدین کو کامیابی کے لیے درکار تمام ضروری شرائط مہیا کرتا تھا۔ پھر بیسویں صدی کے اواخر میں یمن اور لبنان کی خفیہ جہادی تنظیموں نے بھی دم توڑ دیا۔عرب اور علاقائی تعاون کے نظام کی وجہ سے ہمارے ملکوں کے سیکورٹی ادارے اس قابل تھے کہ وہ ان کوششوں کو ختم کر ڈالیں اور جب یہ تعاون بین الاقوامی سطح تک جا پہنچا تو ان کے لیے مطلوبہ نتائج کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ہماری تمام تنظیموں کو عسکری محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔اگرچہ ہم نے بہت سے معرکے جیتے لیکن بحیثیت مجموعی ہم جنگ ہار گئے۔

۲۔امنیات کے حوالے سے بھی ہماری تنظیمیں شکست خوردہ رہیں۔ان کے حلقے منکشف ہو گئے اور ان پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔اور ان حلقوں کو پھر سے بنانے کی تمام تر کوششیں بھی مسدود کر دی گئیں۔دشمن کا حفاظتی نظام اس سطح تک پہنچ گیا کہ جہادی حلقوں کو پھر سے قائم کرنے کی کوششوں کو انتہائی ابتدائی حالت ہی میں زمین بوس کر دیا گیا۔

۳۔اس نظم کے تحت جہاد کی تحریک دلانے میں ہم بری طرح ناکام ہوئے۔جہادی تنظیمیں مقصد کی سچائی کے باوجود عوامی حلقوں تک رسائی حاصل نہ کر سکیں اور نہ ہی معروف ہو سکیں ۔لاکھوں کی آبادی والے ممالک میں معاونین کی تعداد سینکڑوں تک ہی محدود رہی۔

۴۔ جہادی تنظیموں کو نظریاتی، علمی، تنظیمی استخباراتی یہاں تک کہ سیاسی اور عسکری محاذوں پر لڑنے کے لیے اپنے افراد کی تعلیم وتربیت اور تیاری کے معاملے میں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ چندمرتبہ صورتحال بہتر رہی۔

بالخصوص تصادم کے آغاز کے بعد تو تعلیم وتربیت کا عمل مفقود ہی رہا۔ کیونکہ رازدارانہ صورتحال کی وجہ سے جنگ کے ذریعے تربیت کا نعرہ عملی وجود نہ پا سکا۔ لمبی تربیت سے گزرنے والے افراد اور معاونین یا تو شہید کردیے گئے یا گرفتار ہوگئے اس وجہ سے بعد میں آنے والے افراد کے لیے تربیت کا معیار گرتا گیا اور ایسا اکثر اوقات دیکھنے میں آیا۔

۵۔ تمام پہلوؤں سے شکست کی وجہ سے بالآخر ناکامی منزل کے مبہم ہوجانے کی صورت میں سامنے آئی۔

اس خلاصے کی بنیاد پر اب ہم ان طریقہ ہائے کار کے نتائج پر نیوورلڈ آرڈر کے قیام کے بعد کے حقائق کی روشنی میں نظر ڈالتے ہیں

☆ اگر خفیہ، علاقائی اور تنظیمی شکل کی حامل تنظیموں کا طریقہ تصادم علاقائی فوجی قوتوں کے خلاف گزشتہ دہائیوں میں مکمل ناکام ہوا تو ذرا تصور کیجیے کہ نیوورلڈ آرڈر کے تحت قائم ہونے والے حفاظتی نظام کے خلاف جنگ میں یہ کیسی بری طرح شکست کھائے گا۔ جبکہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ اپنے تمام تر استخباراتی، عسکری، نظریاتی، سیاسی اور معاشی وسائل کے ساتھ شروع کی جا چکی ہے، یہ تو قطعی ناممکن سی بات ہے۔ اور میری نظر میں تو اگر ان حالات میں اسی طریقے پر ڈٹے رہیں تو یہ شکست پر اصرار اور خودکشی کے مترادف ہے۔ ایسا کرنا جہاد کے لیے وقف سادہ لوح مسلمان نوجوانوں سے دھوکہ ہی تصور کیا جائے گا۔ اس نتیجہ تک پہنچنے کی قیمت ہم نے اپنے قیمتی خون سے ادا کی ہے۔

☆ خامی خفیہ جہادی تنظیموں کے طریقہ کار یا بذات خود خفیہ تنظیموں میں نہیں تھی۔ بلکہ اصل سبب وقت کی تبدیلی تھا۔ ۱۹۹۰ء کے بعد سامنے آنے والے منظرنامے نے ان طریقوں کو ناکامی کی طرف مائل کردیا۔ افغانستان کی جنگ میں روس کی شکست کے دوران میں نے اس امر کی وضاحت کے لیے ایک مثال سامنے رکھی جسے میں یہاں بیان کروں گا۔

تصور کیجیے کہ آپ کے پاس ایک زبردست برقی مشین ہے لیکن یہ صرف ۱۱۰ وولٹ والے پرانے برقی نظام کے تحت چلتی ہے جبکہ اب تمام ممالک میں اس پرانے نظام کی جگہ ۲۲۰ وولٹ والے برقی آلات استعمال ہورہے ہیں اب اگر آپ ایسی مشین کے استعمال ہی پر اصرار کریں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ مشین آگ پکڑ لے گی اور آپ کا برقی نظام بھی خراب کردے گی۔ اور ممکن ہے کہ بجلی کا جھٹکا بھی آپ کو دبوچ لے! یقیناً خامی مشین میں نہیں بلکہ وہ تو بالکل ٹھیک ہے اور پرانے نظام کے تحت ٹھیک کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لیکن نئے حالات نے اسے ناکارہ بنادیا۔ اور اب اس کی جگہ ماضی کی یادگار کے طور پر کوئی الماری یا عجائب گھر ہی ہے۔

اس سے آپ کی محبت، یادیں اور آپ کے والدین کی ملکیت ہونا، اس کی حقیقت کو بالکل تبدیل نہیں کرپائے گا، مشین بالکل بھی قابل عمل نہیں رہی وقت کی تبدیلی نے اسے استعمال کے قابل ہی نہیں رہنے دیا۔ یہی کام نیوورلڈ آرڈر نے ہماری تنظیمی مشین کے ساتھ باوجود اس کی وسعت کے کردیا۔ نتیجتاً بہت ہی اہم معاملہ وقوع پذیر ہوا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

☆ حکومتوں اور جہادی تنظیموں کے مابین جنگ ساٹھ ستّر اور اسّی کی دہائیوں میں کئی سالوں تک جاری رہی یہاں تک کہ حکومتیں جہادی تنظیموں کو ختم کردینے میں کامیاب ہوگئیں، اس دوران میں بڑے بڑے معرکے لڑے گئے۔ اور حکومتوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔

شام میں ۷۳ء سے ۳۸ء کے دوران میں دس سال محاذ آرائی جاری رہی۔ اور اتنا یا شاید اس سے بھی زیادہ مصر میں۔ لیکن اگر الجزائر پر نگاہ دوڑائیں جہاں جہاد کے لیے حالات سازگار تھے، تحریک کو صرف چار سال میں کچل دیا گیا۔ ۹۰ء کی دہائی اور اکیسویں صدی کے آغاز میں ہونے والی معرکہ آرائیوں کو تو چند دنوں ہی میں ختم کردیا گیا۔ لبنان میں ابو عائشہ کی قائم کردہ تحریک جس کو کھڑا کرنے میں کئی سال لگے پانچ دنوں میں ہی ختم کردی گئی۔ یمن میں ابوالحسن المہند رؒ کی تحریک کو ختم کرنے میں صرف تین دن لگے۔ اور ایسا ہی دیگر تنظیموں کے ساتھ ہوا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پرانی مشین کسی طور بھی قابل استعمال نہیں رہی سوائے اس کے کہ جو لوگ اس طریقہ کار پر چلنے پر مُصر رہے انہیں اور تحریک کو ختم کرکے رکھ دے۔

ایک اور تجزیہ یہ ہے کہ

☆ ۱۹۹۰ء کے بعد نیوورلڈ آرڈر کے قیام اور خصوصاً ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد علاقائی اور بین الاقوامی خفیہ تنظیموں، خواہ ان کا تعلق مسلمانوں سے نہ بھی ہو، کے لیے علاقائی اور بین الاقوامی سرحدیں بند کردی گئیں۔ پرانے بین الاقوامی سیاسی نظام میں کئی قطب (poles) موجود تھے۔ مشرقی اور مغربی خیمے الگ الگ تھے اور مغربی جانب ریاستوں کے مابین تضادات اور انکے ذاتی مفادات کے محور موجود تھے۔ ان حالات میں کسی خاص بین الاقوامی محور کے گرد گھومنے والے ملک کو مطلوب افراد کسی ایسے ملک میں بیٹھ کر اپنی کارروائیاں جا

ری رکھ لیتے تھے، جس کا محور مختلف ہوتا تھا۔اس ملک میں خفیہ تنظیمیں مدد بھی حاصل کر لیتی تھیں اور اپنے آپ کو محفوظ بھی محسوس کرتی تھیں۔ یہ تنظیمیں وہاں محفوظ ٹھکانے قائم کر لیتیں اور اپنے حجم میں اضافے کے ساتھ ساتھ مالی طور پر بھی مستحکم رہتیں۔ مصر میں برسرِ پیکار مجاہدین مشرقی محور کے شاہ فیصل کے ہاں سعودیہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ صدام کے مخالفین شام میں رہتے ہوئے اپنی کارروائیاں کرتے اور شام کے خلاف لڑنے والی اخوان المسلمون اور طلیعۃ القاتلہ کے افراد عراق اور اردنی سائے میں کام کرتے۔ اسلامی، جہادی اور سیاسی حریف اسی طرح پوری دنیا میں پھرتے، کئی ممالک سے گزرتے، سیاسی پناہ حاصل کر لیتے اور سرحد پار سے خفیہ کارروائی جاری رکھتے وغیرہ۔

تاہم روس کے سقوط کے بعد اور امریکی یک جہتی نظام کے وجود میں آتے ہی بہت سی ریاستیں خصوصاً چھوٹی ریاستیں اس کی اتحادی بن گئیں۔ لہٰذا ہر جگہ ایک سی پالیسی نافذ العمل ہو گئی اور اتحادی ملکوں کے مابین پائے جانے والے محور اور سرحدیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ یعنی ریاستیں، سیاسی جماعتیں اور چھوٹی قوتیں اپنے ذاتی مفاد سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور انہیں زمین پر غالب قوت کے احکام کی پیروی کرنا پڑی۔ ریاست، تنظیم یا محاذ جتنا چھوٹا تھا اس نے اس نیو ورلڈ آرڈر سے اتنا ہی زیادہ نقصان اٹھایا۔ اس موڑ پر سب سے زیادہ نقصان خفیہ مزاحمتی تحریکوں اور حریف جماعتوں کو اٹھانا پڑا کیونکہ انہیں جبراً ہتھیار ڈالنے پڑے اور اپنی حکومتوں کے ساتھ مذاکرات کرنے پڑے۔ دریں اثنا نتیجہ مکمل تباہی کی صورت میں سامنے آیا۔ کردستان ورکرز پارٹی (PKK) جو کہ دنیا میں سب سے محفوظ عسکری حریف جماعت ہے اور اس کے کئی ہزار جنگجو ترکی، شام، شمالی عراق اور لبنان کی سرحدوں پر فوجی کیمپوں میں موجود تھے، اس کے حامی شمال مغربی ایران تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے قائد عبداللہ اوسلان کی مثال سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ یورپ بالخصوص جرمنی میں مقیم لاکھوں کرد PKK کو اپنی ماہانہ آمدن سے حصہ دیتے تھے۔ اس کے مالی ذخائر کروڑوں ڈالر میں تھے اور اس کے پاس بہت سے سیٹلائٹ ٹی وی چینل بھی تھے............اسلامی جہادی تنظیموں کے مقابل میں تو یہ ایک تنظیمی سلطنت تھی۔

جب نیو ورلڈ آرڈر آیا تو شام نے خوف اور لالچ کی وجہ سے امریکی محور اختیار کیا۔ شام نے اپنے ملک سے PKK کے کیمپوں کا صفایا کر دیا اور لبنان نے بھی نہ چاہتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ PKK کے صدر کو کئی ملکوں میں مارا مارا پھرنا پڑا اور بالآخر CIA، موساد اور ترک انٹیلی جنس کے مشترکہ آپریشن کے ذریعے اسے اغوا کر لیا گیا حتیٰ کہ ترکی کے تاریخی دشمن یونان نے بھی اسے ترکی کے حوالے کرنے میں مدد فراہم کی۔ نتیجتاً پارٹی کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے کیمپ تباہ کر دیے گئے۔ امریکہ نے عراق میں اس کے باقی ماندہ کیمپ بھی ختم کر دیے۔ بالآخر بچے کھچے افراد نے مسلح جدوجہد ترک کر کے نیو ورلڈ آرڈر اور جمہوری معیار کے مطابق ایک سیاسی حریف جماعت کی شکل اختیار کر لی، جبکہ اس کے قیدی لیڈر کے لیے صرف یہ امید باقی بچی کہ شاید اسے قتل نہ کیا جائے!۔

اب آخری مثال آئرش ری پبلکن آرمی (IRA) کی۔ یہ ایک ایسی جنگجو تنظیم ہے جس کی جڑیں سو سال پرانی ہیں جس کے تعلقات آئرش نژاد امریکیوں سے ہیں اور یہ ان سے امداد کی مد میں اربوں ڈالر وصول کرتی رہی۔ اس تنظیم کے بہت سے تربیتی مراکز امریکہ میں تھے اور تربیت اور تعاون کے حوالے سے مغربی ممالک مثلاً الجزائر، لیبیا اور بائیں بازو کی عرب تنظیموں سے بھی اس کے روابط تھے جب نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگا اور تاجِ برطانیہ امریکا کا اتحادی بن بیٹھا تو اس تنظیم کو پر امن راہ اپنانے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس کے ہتھیار قبضے میں لے لیے گئے، تنظیم منتشر ہو کر رہ گئی اور اس طرح کہانی اختتام پذیر ہو گئی۔

ہمارے سامنے یہ چند واضح مثالیں ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ اب دور بدل چکا ہے اور ہمیں موجودہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے طریقہ جنگ کو ڈھالنا چاہیے۔ لہٰذا میں پھر سے دہراتا ہوں کہ اصل کمزوری خفیہ تنظیمی ڈھانچے یا اندرونی کمزوریوں کی نہیں، حالانکہ یہ بھی کسی حد تک شامل ہیں، اصل کمزوری کا سبب وقت کی بنیادی اور انقلابی تبدیلی ہے۔ جس نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا ہے۔

قبل از ستمبر؛ کھلے محاذوں کا نظم

کھلے محاذوں کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین کھلے عام مستقل ٹھکانوں میں موجود رہتے ہیں اور جنگی خط (صف اول) قائم کر کے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں یا انہیں مستقل ٹھکانوں سے چھاپہ مار جنگ لڑتے ہیں۔ میں جہادِ افغانستان اول، بوسنیا، چیچنیا اور پھر طالبان دور میں افغان جہاد سے مثالیں بیان کر کے اس نظم کو واضح کروں گا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ یہ طریقہ سابقہ طریقوں کے برعکس موثر ثابت ہوا۔ اس ضمن میں چند نکات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ زبردست عسکری فتح:

ساز و سامان، ہتھیار، ٹیکنالوجی اور تمام تر مادی عدم توازن کے باوجود مجاہدین عسکری سطح پر کامیاب رہے۔ افغانستان کے پہلے جہاد میں افغان، عرب اور دوسرے مسلما

ن مجاہدین نے اپنی کوتاہیوں کے باجود ایک بڑی ریاست کو شکست دی اور اُس کے جھنڈے کو اللہ کی توفیق سے سرنگوں کر دیا۔

بوسنیا میں مٹھی بھر عرب، ترک اور دیگر مسلمان مجاہدین نے سربوں کی طرف سے شروع کی گئی نسل کشی کی مہم میں طاقت کا توازن پلٹ دیا۔ان کے ہاتھوں کرامات ظاہر ہوئے۔اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ساٹھ ہزار امریکی فوجی جو بوسنیا اور سربیا کے ساحل پر ٹھہرے ہوئے تھے، ڈیٹن معاہدے کے بعد بوسنیا میں داخل ہونے کے لیے انہوں نے یہ شرط رکھی کہ چھ سو مجاہدین پہلے ملک چھوڑیں۔یعنی ہر ایک مجاہد نے امریکہ بہادر'' اور اس کے اتحادیوں کے سوفوجیوں کو دہشت زدہ کیا۔ جہاں تک چیچنیا کا تعلق ہے تو یہ اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ عسکری اعتبار سے ایسی ایسی کرامات پیش آئیں جنہوں نے دنیا کو دہلا دیا۔مٹھی بھر مجاہدین روس کی فوجی مشینری کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔چیچنیا، ایک ایسی قوم ہے جس کی آبادی دس لاکھ سے بھی کم ہے اور ایک ایسا خطہ جس کا رقبہ پچاس ہزار مربع کلومیٹر سے بھی کم ہے۔اس طرح مجاہدین نے یہ ثابت کر دیا کہ کھلے محاذوں کی جنگ میں ان کا کوئی ثانی نہیں اور طاقت کا عدم توازن ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

۲۔ امنیاتی (مجاھدین کا داخلی رازداری کا نظام) کامیابی:

کیونکہ جنگ کھلے محاذوں پر لڑی گئی اس لیے استخباراتی ادارے محاذوں کو سرد کرنے میں کوئی قابل ذکر کردار ادا نہ کر سکے۔ بلکہ براہ راست جنگ میں شرکت ایک رکاوٹ ثابت ہوئی جس کی وجہ سے بہت سے جاسوس پہچانے گئے۔ جنگ کے وقت جاسوس پیٹھ دکھانے پر مجبور ہو جاتے۔ان کی سرگرمیاں صرف اس حد تک محدود رہیں کہ وہ محاذوں پر مقیم مجاہدین کی حرکت پر نظر رکھتے، لیکن محاذوں کو بند کرنے میں ناکام رہے۔

۳۔دعوتی کامیابی :

یہ تیسرا اہم معاملہ ہے، یہ نظم امت مسلمہ کو متحرک کرنے میں کامیاب رہا۔کروڑ ہا افراد مجاہدین کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں معاملہ خفیہ جہادی تنظیموں کے بر عکس رہا۔کیونکہ یہ تنظیمیں طاغوت کے خلاف علاقائی سطح پر لڑی جانے والی جنگ میں افراد کو بیدار نہ کر سکیں۔ان کی دعوت سے امّت کے اکثر افراد نابلد رہے اور مجاہدین اکیلے ہی جنگ میں کھڑے نظر آئے۔جبکہ کھلے محاذوں کے ضمن میں کروڑوں افراد مجاہدین کی حمایت اور وکالت کر رہے تھے۔جس وقت امت کے جاں نثار بیٹے محاذوں کی جانب بڑھ رہے تھے، بزرگ اور علما مجاہدین کی کامیابی کے لیے دعا گو تھے، امیر و غریب یکساں طور پر اپنے اموال فی سبیل اللہ خرچ کر رہے تھے۔گویا اس نظم نے امت میں ایک زبردست جہادی بیداری پیدا کی اور مقاصدِ جہاد کی اشاعت بھی بڑے احسن انداز میں ہوئی۔

۴۔ تربیتی کامیابی:

اسلام کے نظام تربیت کی بنیاد علم کے براہِ راست حصول اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی عملی مثالوں پر ہے۔اسی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ اور پھر صحابہ سے تابعین اور تبع تابعین تک تربیت کا عمل انجام پایا۔پوری اسلامی تاریخ میں علما کے ذریعے شاگردوں اور متبعین کی تربیت ہوتی رہی، تاہم خفیہ تربیتی نظام کے تحت آج ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔مقررہ تعلیم کے لیے وقت اور جگہ کی فراہمی بہت بڑا مسئلہ ہے۔امنیت کی وجہ سے قائدین اور علما کے ساتھ براہِ راست ربط نہیں رکھا جا سکتا۔اس کے برعکس کھلے محاذوں پر دوران جہاد ایسے مواقع میسّر ہوتے ہیں۔بدقسمتی سے محاذوں کے قائدین تربیت کی مختلف انواع پر توجہ نہ دے سکے اور مجاہدین صرف عسکری تربیت تک ہی محدود رہے۔لیکن دو حقیقتیں بالکل واضح ہیں، اول یہ کہ تربیت ممکن تھی اور دوسرے، اس کی کوشش چند افراد کی طرف سے جزوی طور پر کی گئی۔ لہٰذا یہ عنصر افغانستان اور بوسنیا کے جہاد اور بالخصوص خفیہ جہادی تنظیموں کے نظم میں کافی حد تک متاثر رہا۔

۵۔ سیاسی فتح:

سیاسی فتح سے مراد مقاصد کا حقیقی روپ میں ظاہر ہونا ہے۔ جہاد کے پرچم تلے لڑی جانے والی ہر لڑائی کا مقصد دشمن کو شکست دینا اور اللہ کی حاکمیت کا قیام ہے۔ جہادِ افغانستان اول میں مکمل طور پر کامیابی حاصل ہوئی۔مختلف آزمائشوں سے گزرنے کے بعد بالآخر امارتِ اسلامیہ قائم ہوگئی اور امت کے خوابوں کو تعبیر مل گئی۔اگرچہ کچھ عرصہ بعد اس کا خاتمہ ہو گیا لیکن ان شاء اللہ جلد یہ دوبارہ قائم ہوگی۔

بوسنیا کے معاملے میں اصل مقصد مسلمانوں کو نسل کُشی سے بچانا تھا اور یہ حاصل کر لیا گیا تاہم نیو ورلڈ آرڈر کے ہوتے ہوئے یورپ کے دل میں اسلامی امارت کا قیام ناممکن سا مرحلہ تھا۔حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میرا خیال ہے کہ جتنا کچھ حاصل کر لیا گیا یہی ایک بڑی کامیابی ہے۔چیچنیا میں عسکری فتح کے باوجود سیاسی مقاصد حاصل نہ کیے جا

سکے۔اس کی بڑی وجہ چیچنیا کی جغرافیائی حیثیت اوراس کی کم آبادی ہے۔تاہم جو کچھ دیکھنے میں آیا وہ ہی ایک تاریخی کامیابی ہے۔

سیاسی کامیابی ایسے عوامل سے مربوط ہے جو عسکری کامیابی کے لیے درکار عوامل سے مزید آگے کے ہیں۔اس طرح ہم مختصراً کہہ سکتے ہیں کہ محاذوں پر جنگ علاقائی ،خفیہ اور مرتب شدہ تنظیموں کی نسبت کامیاب طریقۂ تصادم ہے، جوکہ مجاہدین کی مکمل جاں نثاری کے باوجود مکمل ناکامی سے دوچار ہوئیں۔

تاہم ستمبر 2001ء کے بعد کی دنیا میں محاذوں پر جنگ کا نظریہ معدوم ہوتا نظر آتا ہے۔امریکہ نے اپنا تکنیکی تفوق قائم کرلیا ہے۔پُر فریب فضائی بمباری، خلا اور الیکٹرونکس کی دنیا میں مکمل دسترس اس کی حکمت عملی کا حصہ ہیں۔ان شاءاللہ ہم اس موضوع پر بعد میں روشنی ڈالیں گے۔

انفرادی جہاد اور مختصر مجموعہ جات کا نظم:

یہ جہادی نظم کافی پرانا ہے۔غالباً اس سلسلے کی پہلی کڑی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبصیرؓ تھے جن کا واقعہ مشہور ہے،انہوں نے اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے چھاپہ مار مجموعہ تیار کیا اور بعد میں ابوجندلؓ بھی اس میں شامل ہوگئے۔اس طریقہ کار کے موثر ہونے کا مظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایّام میں دیکھنے کو ملا جب یمن میں اسودالعنسی نے ارتداد کا اعلان کیا۔اس نے وہاں مسلمانوں کو زدوکوب کیا اوران کی آبروریزی کی۔جس بطل نے اس کے خلاف مزاحمت کی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق معزز خاندان کا معزز فرد تھا۔انہوں نے خود سے ہی ایک انفرادی کارروائی تشکیل دی۔اس باسعادت بطل (حضرت فیروز دیلمیؓ) نے اسودالعنسی کو قتل کرکے طاقت کا توازن بدل دیا اور نتیجتاً جبرائیلؑ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فتح کی خوشخبری دی جو مٹھی بھر دلیر افراد کے ہاتھوں نصیب ہوئی۔

اسلام کی تاریخ میں ایسی انفرادی کارروائیاں دہرائی جاتی رہی ہیں۔صلیبی جنگوں کے دوران میں زنگی اور پھر ایوبی ریاست کے قیام سے پہلے امراء کی خیانت اور امت مسلمہ کے انتشار کی وجہ سے مجاہدین کے مجموعے اس آفت کے سامنے ڈٹے رہے۔بہت سی علیحدہ علیحدہ اکائیوں اور مجموعوں نے اس مذہبی فریضے کی ادائیگی جاری رکھی۔عصر حاضر کی عرب تاریخ میں ایک معروف کہانی جس نے نوآبادیاتی مہم کو بڑی حد تک متاثر کیا مجاہد سلیمان الحلبی رحمہ اللہ کی ہے جو شمال مغربی شام میں واقع میرے پرانے شہر حلب سے فرار ہو کر یروشلم پہنچے، وہاں انہوں نے ایک عالم سے مصر میں فرانسیسی مہم کے کمانڈر ''کلیبر'' کے قتل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جسے نپولین بوناپارٹ نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔سلیمان الحلبی رحمہ اللہ نے جاکر اسے قتل کردیا اور یہ واقعہ فرانسیسی مہم کی مصر سے روانگی کی بڑی وجہ بنا۔اس فتح کی قیمت صرف سلیمان الحلبی اوران کے شیخ کا کارنامہ تھا،جنہوں نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ الحلبی اللہ کی راہ میں شہید شمار ہوگا۔ان دونوں کو شہید کردیا گیا،ان دونوں پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے۔

۱۹۹۰ء میں دوسری خلیجی جنگ(Desert Storm) اور نیو ورلڈ آرڈر کے بعد یہ نظم پھر سے فعال ہوگیا ہے۔اس وقت سے لیکر اب تک عرب اور دیگر عالم اسلام میں اپنی نوعیت کی دسیوں کاروائیاں ہوچکی ہیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے امریکہ میں سید نصیر نے متعصب یہودی ربی میئر کاہن کو قتل کیا۔وہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ زہر اگلنے والا یہودی تھا اور فلسطینیوں کو ملک بدر کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا تھا۔کاہن کے قتل کے بعد اس کا گروہ تحلیل ہوکر رہ گیا۔۱۹۹۳ء میں ایک بلوچی نژاد عرب مجاہد (یوسف رمزی) نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو دھماکے سے اڑانے کی کوشش کی۔اردن میں بارڈر گارڈز سے تعلق رکھنے والے ایک فوجی نے یہودی طالبات پر فائر کھول دیا جو نماز کا مذاق اڑانے والی حرکات کررہی تھیں۔نتیجتاً کئی ایک ہلاک ہوگئیں۔مصر میں بطل عظیم سلیمان خاطر نے اپنے آزادانہ فیصلے کے تحت مصر۔اسرائیل سرحد پر متعدد یہودیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔اردن سے ملحقہ اسرائیلی سرحد پر نوجوان مجاہدین نے دریائے اردن کے مغربی کنارے پر گشت کرنے والے اسرائیلی فوجیوں کو ہدف بنانے کے لیے دسیوں بار سرحد عبور کی اور بعض اوقات تو ان کے پاس صرف سبزی کاٹنے والا چاقو بطور ہتھیار ہوتا تھا۔چیچنیا کے خلاف روسی جارحیت کے دوران بیروت میں ایک مجاہد نے ایک عمارت کی چھت سے روسی سفارت خانے پر متعدد راکٹ فائر کیے۔خلیجی جنگ کے ایام میں ایک ضعیف العمر مراکشی نے دس فرانسیسی سیاحوں کو نشانہ بنایا اور امارات سے بھی ایک اطالوی کی لاش برآمد ہوئی۔عمان، اردن میں ایک نوجوان نے کئی ایک غیر ملکیوں کو زخمی کیا۔فلسطین میں شہریوں کی جانب سے یہودی آبادکاروں اور فوجیوں کے خلاف بہت سی انفرادی کارروائیاں کی گئیں۔پاکستان میں مجاہدین کئی ایک امریکی اور یہودی قتل کرچکے ہیں۔مصر میں ایک شہری نے حسنی مبارک کو خط تھمانے کے بعد چاقو کی مدد سے زخمی کر دیا۔وہ شہری محافظوں کے ہاتھوں شہید کردیا گیا۔اردن میں چار افراد پر مشتمل ایک مجموعے نے عمان میں موجود فری مسنریوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور وہ ان میں سے متعدد کو قتل کرنے میں کامیاب رہے۔بعدازاں پولیس کے ساتھ ایک جھڑپ کے بعد وہ گرفتار کرلیے گئے اوران میں سے بعض کو شہید کردیا گیا۔

مسلمان ممالک کے خلاف امریکی مہم،فلسطین میں صہیونی منصوبے پر عملدرآمد اوران سے متعلق خبروں کے مواصلاتی نظام کے ذریعے پھیلاؤ کے بعد بڑھنے والے

اس طبعی طریقہ کار کے متعلق ہمارا اہم تجزیہ درج ذیل ہے۔

۱۔عسکری کامیابی:

اس کامیابی کا اندازہ دشمن کے دل میں پیدا ہونے والے دہشت وخوف سے لگایا جا سکتا ہے۔بعض کارروائیاں تو اتنی موثر ثابت ہوئیں کہ ۴۳ممالک کے صدور کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے شرم الشیخ میں منعقدہ کانفرنس ۱۹۹۴ء میں جمع ہونا پڑا جس کی صدارت بل کلنٹن نے کی۔

۲۔امنیاتی کامیابی:

ایسے افراد اور مجموعوں کی جانب سے پوری دنیا میں کی گئی کارروائیوں نے،جن کا آپس میں کوئی تعلق نہ تھا، مقامی اور عالمی استخباراتی (انٹیلی جنس) اداروں کو ورطہء حیرت میں ڈال دیا۔کیونکہ کسی ایک مجموعے کے افراد کی گرفتاری سے باقی مجموعہ جات کی کارکردگی متاثر نہیں ہوتی۔عالمی تحریک جہاد کے مجموعہ جات کے طرزِ عمل کو تشکیل دینے میں مَیں نے کافی حد تک اس مشاہدے سے مدد لی ہے۔

۳۔دعوتی کامیابی:

اس انفرادی جہاد کے نتیجے میں بڑی حد تک دعوتی کامیابی حاصل ہوئی۔امت مسلمہ میں جذبہ جہاد کی بیداری اور دفاع کی ترغیب کے سلسلے میں یہ طریقہ کافی موثر ثابت ہوا اور اس نے الدقمسہ،سلیمان خاطر،سید نصیر اور رمزی یوسف جیسے کرداروں کو امت مسلمہ کے لیے نشان راہ بنا دیا۔ایک جم غفیر ان کی تعریف میں کھڑا ہو گیا۔امت کے دلوں میں بھڑکنے والی انتقام کی آگ کو سکون ملا اور نوجوانوں کی ایک نسل ان کی اقتدا میں شریکِ جہاد ہوئی۔

۴۔ سیاسی نقطۂ نگاہ سے :

یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایسے واقعات کا دائرہ جذباتی ردِ عمل تک ہی محدود رہا اور اپنی شدت اور کافی تعداد کے باوجود ایسے واقعات ایک تحریک کی شکل اختیار نہ کر سکے۔ان شاءاللہ تنظیمی اور عملی نظریات کی تشکیل کرتے ہوئے ہم اس کی وجوہات پر بحث کریں گے۔

۵۔ تربیتی میدان میں :

ان مجاہدین کے ایک مشترک لائحہ عمل کے تحت نہ ہونے کی وجہ سے تربیتی میدان میں فقدان کا سامنا رہا۔لیکن یہ ایک ایسی کمزوری ہے جس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔اور ان شاءاللہ ہم اس پر بحث کریں گے۔مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرزِ عمل جزوی طور پر کامیاب رہا۔بالخصوص دشمن پر اپنے اثر کی شدت اور استخباراتی اداروں کے ہاتھوں مزاحمت کے دم توڑنے کے کم امکانات کی وجہ سے یہ نظم کافی موثر ہے۔

ماضی میں جہاد کے ان تینوں لائحہ عمل کے تنقیدی مطالعے کے بعد ہم بہت ہی اہم نتائج تک پہنچتے ہیں۔

۱۔ستمبر 11 اور خصوصاً صلیبیوں کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کے آغاز کے بعد یہ کسی طور بھی ممکن نہیں کہ ہم علاقائی،خفیہ تنظیموں کو مزید جاری رکھ سکیں۔جبکہ ستمبر 11 کے بعد اکثر تنظیمیں غیر فعال کر دی گئیں اور ایسی نئی تنظیموں کا قیام بھی ناممکن بنا دیا گیا۔

۲۔ہمیں آئندہ آنے والے حالات میں اپنی عسکری فکر کی تشکیل کے لیے کھلے محاذوں کے طریقہ کار اور انفرادی عملیات کے نظم پر تحقیق کرنی چاہیے۔اور اس کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر جہاد کو قائم کرنا چاہیے۔ایسے طریقوں کا استعمال کرنا چاہیے جن کا فائدہ مسلّم ہو۔اور یہ دو طریقے؛ کھلے محاذوں پر جنگ اور انفرادی اور چھوٹے مجموعوں کی صورت میں خفیہ مزاحمت ہیں۔

ان دونوں طریقہ کار پر بحث سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ توجہ کو ایک اہم معاملے کی طرف مبذول کیا جائے،اور وہ جہاد کو تمام شعبوں میں عالمی سطح تک لے جانے کا نظریہ ہے۔دشمن نے ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے اور ایسا کرنے میں موجودہ صورتحال بھی ہماری معاون ہے۔شریعت تو پہلے ہی ملکی حد بندیوں سے مبرّا ہے اور یہ ہمارے عسکری نظریہ کا ایک بنیادی جزو بھی ہے۔عالمی تحریک جہاد کے تحت ہماری جہادی کارروائیوں کی دعوت اور طرز عالمی ہے اور ہمارے اس عسکری نظریہ کا انحصار بھی تحریک کو عالمی افق تک لے جانے پر ہے۔یہ چیز دینی اور سیاسی نظریے کا جزو ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے عسکری نظریہ کا بنیادی محرّک ہے۔

پوری امت مسلمہ اور اس کی ضرورتِ جہاد کا تصوّر

دینی عقیدے کے طور پر تو سب آگاہ ہیں کہ تمام مسلمان ایک امت ہیں۔لیکن شخصی طور پر ہر کوئی اپنا تعلق جغرافیائی سرحدوں کے اندر ہی مقیّد رکھتا ہے۔اگر ہم کسی بھی مسلمان سے پوچھیں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے تو بلاشبہ وہ اپنا ملک بتائے گا؛ شام سے،مصر،تنزانیہ سے،سعودی عرب سے......وغیرہ۔

وہ پہلے اپنے شہر کا نام بیان نہیں کرے گا اور یہ نہیں کہے گا کہ وہ دمشق،قاہرہ،بیروت یا تاشقند سے ہے۔کیونکہ اس کا ذہن نوآبادیاتی نظام کی میراث،سائیکس پیکو کی کھینچی لکیروں پر ہی قائم ہے۔

ہمیں ان مجاہدین کے ذہنوں میں جو دین کی خاطر لڑنے پر صحیح معنوں میں تیار ہیں۔اللہ عزوجل کا یہ فرمان راسخ کرنا ہے کہ:

ان هذه امتكم امةً وّا حدةو انا ربكم فا عبدون(الانبياء: ۹۲)

''یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے۔اور میں تم سب کا پروردگار ہوں۔پس تم میری ہی عبادت کرو''۔

الحمدللہ،دشمن کے فوجی حملے نے ہمیں ایسی فوجی حدود میں لا کھڑا کیا ہے جو عملیات کے وسطی میدان سے موسوم ہیں۔اور عملاً ان کی حدیں عرب اور مسلمان دنیا کے اکثر ممالک کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔دشمن کی طرف سے مسلط کردہ سیاسی،نظریاتی،معاشی اور تہذیبی جنگ کی حدود بھی یہی ہیں۔بش نے ہم سب کو ایک نقطہ پر مجتمع کر دیا ہے جس کا سیاسی نام ''عظیم تر مشرق وسطیٰ'' ہے۔

یعنی الحمدللہ ہمارے دشمن نے اپنے حملے سے ہماری جدّ وجہد کو عالمی سرحدوں تک وسیع کر دیا ہے۔وہ افراد جو عقیدے اور فہم کی بنیاد پر معاملات کو سمجھ نہیں پا رہے تھے وہ بھی اب دین کی اس اساس کو با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ہر فرد کو اس حقیقت کا ادراک ضرور ہونا چاہیے کہ یہ عالمی ذہن بہت ہی اہم عسکری پہلو کا بھی حامل ہے۔جس سے ہمیں عالمی تحریکِ جہاد کی عسکری فکر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

حکمت عملی کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ فکر عظیم تر اسلامی خلافت کے تمام اجزا کی عالمی حد بندی سے جنم لیتی ہے۔اگر ہم امت کی اس عالمی حد بندی کو نظر انداز کر دیں تو ہم اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔اگر ہم یہ خواہش کریں کہ امریکہ سے کھلے محاذوں پر متصادم ہوا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی بھی محاذ پر کامیابی کا انحصار مخصوص دفاعی حالات پر ہے۔یعنی اگر اسلامی خطے سے کمک کی ضرورت پڑے یا کسی بھی اسلامی خطّے سے مخصوص صلاحیتوں کے حامل افراد مطلوب ہوں تو یہ ضرورت بروقت پوری ہونی چاہیے۔

خفیہ،انفرادی جہاد میں بھی عملیات کی حدود عالمی ہی ہوتی ہیں۔اس قسم کی عملیات کا افق بھی ملکی سرحدوں سے ناواقف ہے۔دشمن نے عراق اور فلسطین پر قبضہ کیا ہے اور وہاں جہاد جاری ہے اس ضمن میں تنزانیہ یا مراکش یا انڈونیشیا کے مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے دوڑیں۔تاہم بہت کم افراد عراق پہنچ سکتے ہیں اور مسلمان ممالک کی مرتد حکومتوں کی جانب سے مجاہدین کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ اتحاد کی بدولت یہ نقل وحرکت مشکل تر ہوتی جائے گی۔لیکن کوئی بھی مسلمان جو امریکہ کے خلاف جاری جہاد اور دفاعِ امّت کا متمنی ہے،اپنے علاقے میں رہتے ہوئے یا دنیا میں کسی بھی جگہ امریکہ کے خلاف کارروائی کر سکتا ہے۔کسی اور جگہ کارروائی اِس مجاہد کے محاذ پر پہنچ کر جہاد میں شرکت سے سینکڑوں گنا زیادہ موثر ثابت ہو سکتی ہے۔

بلاشبہ جغرافیائی،سیاسی اور عسکری ہر سطح پر پوری امت اسلامیہ کی باہم وابستگی کا ادراک وقت کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔جو بھی شخص بل کھاتی پیچیدہ ملکی سرحدوں پر نگاہ ڈالے،اسے نوآبادیاتی دور کے کافر حکمرانوں کے قلموں کی سیاہی ان پر واضح دکھائی دے گی۔لیکن یہ بات عجیب ہے کہ امت مسلمہ کے اکثر افراد کے ذہنوں میں بھی یہی سرحدیں نقش ہو گئیں۔حالانکہ اس بربادی کی تاریخ چند دہائیوں سے زیادہ پرانی نہیں۔یہ سب کچھ امّت مسلمہ کے اتحاد کی علامت خلافت عثمانیہ کے سقوط (۱۹۲۴ء) کے بعد رونما ہوا۔

ہمیں امّت مسلمہ کے نوجوان طبقے کے ذہنوں کو وسعت دینی ہے تا کہ وہ پوری امّت مسلمہ کا درد یکساں طور پر محسوس کریں۔یہ معاملہ دین وعقیدہ کی اساس بھی ہے اور سیاسی وعسکری حکمت عملی کا جزو بھی۔

عالمی تحریک جہاد کی عسکری فکر

عالمی تحریک جہاد کی عسکری فکر جہاد کی دو اقسام کو بروئے کار لانے پر مبنی ہے:

۱۔انفرادی'ارہابی' جہاد ﴿جهاد الارهاب الفردی﴾ اور ایسے مختصر مجموعات کی خفیہ سرگرمیاں جو ایک دوسرے سے مکمل طور پر جدا ہوں۔

۲۔جس علاقے میں ضروری شرائط موجود ہوں، محاذوں پر جہاد میں شرکت۔

اس حوالے سے توجہ طلب امور درج ذیل ہیں:

☆ چھاپہ مار جنگ کے طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے انفرادی یا مختصر مجموعات کی کارروائیاں، دشمن کو تھکانے اور اسے باذن اللہ تباہی کے دہانے پر پہنچانے میں بنیادی کردار کی حامل ہیں۔

☆ محاذوں پر کیا جانے والا جہاد مسلم سرزمینوں کو آزاد کرانے اور وہاں اللہ کی مدد سے اسلامی شریعت نافذ کرنے میں اساسی کردار کا حامل ہے۔

مختصر مجموعات کی انفرادی'ارہابی'، چھاپہ مار کارروائیاں، جہاد کی دوسری قسم یعنی کھلے محاذوں پر جہاد کے لیے راہ ہموار کرتی ہیں اور کھلے محاذوں پر جہاد کو سہارا فراہم کرتی ہیں۔کیونکہ میدان میں مقابلے اور اراضی پر قبضہ کیے بغیر دارالاسلام قائم نہیں ہوگا جو کہ ہماری جہادی تحریک کا اہم ترین ہدف ہے۔

یہ اس عسکری فکر کا خلاصہ ہے جسے میں ۲۰۰۰ء کی گرمیوں تک حتمی شکل دے چکا تھا۔

لیکن اس کے بعد دسمبر ۲۰۰۱ء میں پورے افغانستان میں امارت اسلامیہ کے سقوط کے وقت لڑی جانے والی جنگوں، خصوصاً شمالی افغانستان، مزار شریف میں قلعہ جنگی، تورا بورا اور قندھار وغیرہ کی جنگوں میں ہمارا اور امریکیوں کا آمنا سامنا ہوا۔اسی طرح اس کے بعد ہونے والے کچھ معرکے جیسے شاہی کوٹ کا معرکہ (جس کا امریکی نام' آپریشن ایناکونڈا' تھا) جس میں امریکی افواج اور ان کے اتحادیوں کا خاصا نقصان ہوا لیکن ان معرکوں میں ہم نے حکمت عملی کی بہت بھاری قیمت ادا کی۔

عسکری مقابلے کے اسلوب کی بہتری کے لیے میں واقعات کا مسلسل تجزیہ اور مطالعہ کرتا رہا۔مثلاً مارچ اور اپریل ۲۰۰۳ء میں عراق پر حملے کے دوران امریکی کارکردگی، نیز امریکہ کے زیر قیادت لڑنے والی بعض ایجنٹ طاغوتی افواج کی کارروائیاں جو اپنے علاقوں میں مجاہدین کے خلاف لڑ رہی ہیں۔مثال کے طور پر جب یمنی فوج نے حطاط کے پہاڑوں اور وہاں کی دوسری جگہوں پر مجاہدین کے مراکز پر حملہ کیا......اسی طرح پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد میں پاکستانی فوج نے عرب مجاہدین اور ان کے قبائلی انصار کے علاقوں کا محاصرہ کیا اور ان کے خلاف آپریشن کیے۔

اسی طرح عراقی کردستان میں جب امریکیوں نے کچھ مجاہدین کے ٹھکانوں کو شدید بمباری کر کے تباہ کیا، اس کے بعد ایجنٹ فوجیوں نے امریکی سپیشل فورسز کے ہمراہ مجاہدین کے ٹھکانوں کی جانب پیش قدمی کی۔اس کے علاوہ جو کچھ فلوجہ کی جنگوں میں ہوا۔(اللہ فلوجہ کے مجاہد بیٹوں کے چہرے نور سے بھر دے)

ان سب باتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ابھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مہم کا آمنے سامنے کھلے محاذوں پر مقابلہ کرنے اور مستقل ٹھکانوں کا دفاع کرنے کا مناسب وقت نہیں ہے......ان شاءاللہ اس کا بھی وقت آئے گا۔لیکن موجودہ صورتحال میں، قابض افواج کی تکنیکی فوقیت، خصوصاً فضا اور خلا پر ان کے کنٹرول اور سیٹلائیٹ کی مدد سے تصاویر لینے اور پھر میزائل حملے کرنے کی وسیع قابلیت کی وجہ سے ابھی دوبدو جنگ مناسب نہیں۔

اگر ہم ان حالیہ اور اہم اسباق کو ان اسباق سے ملائیں جو ہم متعدد دیگر جہادی تجربات سے اخذ کر چکے ہیں، جہاں ہم نے چھاپہ مار جنگ کے طریقوں میں سے ایک کو اختیار کیا یعنی 'مستقل ٹھکانوں سے دفاع کا طریقہ'، مثلاً جو کچھ شام میں ہمارے ساتھ فروری ۱۹۸۲ء میں 'حماۃ' کے معرکے میں ہوا، شام کی حکومتی فوج کے خلاف طرابلس کے معرکوں میں اور 'تل زعتر' (بیروت) میں دفاع کے دوران، جبکہ زمین پر شام اور لبنان کی ایجنٹ فوج تھی اور سمندر اور فضا میں اسرائیلی !۱۹۹۸ء میں یمن میں 'المحضار' کے تجربے میں اور لبنان میں سال ۲۰۰۰ء میں نبطیہ کے تجربے وغیرہ۔ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام تجربات ان باتوں کی تصدیق کرتے ہیں جو ہم نے 'چھاپہ مار جنگ کے اصولوں' کے بارے میں پڑھی اور پڑھائی ہیں۔یہ کہ غلط وقت پر مستقل ٹھکانوں سے دفاع کرنا چھاپہ مار جنگ کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔

اب ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ:

امریکہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف جہاد کی عسکری سرگرمیوں کا اساسی محور اب صرف 'ہلکی چھاپہ مار جنگ'، 'شہری کارروائیاں (الارهاب المدنی)' اور خفیہ اسالیب کے دائرے میں رہنا چاہئے۔عسکری سرگرمیوں سے متعلق جہادی مجموعات کو ایک دوسرے سے یکسر الگ ہونا چاہیے۔

البتہ اگر کھلے محاذوں کی شرائط پر پورا اترنے والے علاقوں میں (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) کوئی ایسی تبدیلی آتی ہے جو اُن علاقوں میں امریکی اثر کو کم کر دے اور

طاقت کے توازن کو جہاد کے حق میں کر دے تو ان علاقوں کو آزاد کروانے اور وہاں شریعت کے نفاذ کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

اب ہم عالمی تحریک جہاد کی چھاپہ مار جنگ کی عسکری فکر (کھلے محاذ اور انفرادی مختصر مجموعہ جات کی کارروائیوں) کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔ ہم کھلے محاذوں کی بات سے ابتدا کریں گے، کیونکہ اس کی تفصیل کم ہے اور اس وقت ہمیں اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ میں موجودہ حالات میں صرف بنیادی طریقہ کار کا جائزہ لوں گا، یہ حالات میرے خیال میں ایک لمبے عرصے تک جاری رہیں گے، الا یہ کہ ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور طاقت کا توازن الٹ جائے۔

اول: کھلے محاذوں کا جہاد

اس وقت عرب اور اسلامی دنیا میں، بلکہ پوری دنیا میں کہیں بھی انفرادی جہاد کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ایسی کسی شرط کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ کھلے محاذوں کا جہاد ﴿الجهاد الجبهات المفتوحه﴾ کچھ تزویراتی (سٹریٹیجک) حقائق پر منحصر ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔

کھلے محاذوں پر جہاد کی کامیابی کے لیے لازمی شرائط درج ذیل ہیں۔

جغرافیائی حالات:

وہ جگہ جو:

۱۔ علاقے کے لحاظ سے وسیع ہو۔

۲۔ متنوع ہو اور طویل سرحدات ہوں۔

۳۔ اس کا محاصرہ کرنا مشکل ہو۔

۴۔ ناہموار پہاڑی علاقہ، جنگل یا اس طرح کا خطہ ہو جس سے دشمن کو مرکوز رکھنے اور زمین پر پیش قدمی کرنے والی فوج کا مقابلہ کرنے میں مدد ملے۔ بہترین یہ ہے کہ درختوں والے پہاڑ ہوں۔

۵۔ محاصرے کی صورت میں اس کے غذا اور پانی کے ذخائر کافی ہو سکیں۔

آبادی سے متعلق حقائق:

باشندوں کی بڑی تعداد موجود ہو جن کی نقل وحرکت کو نظر میں رکھنا ناممکن ہو۔ خصوصاً اگر وہ آبادی دیہی علاقوں اور گنجان آباد شہروں میں رہائش پذیر ہو۔ نیز اس علاقے کے نوجوان اپنی عسکری بہادری، لڑائی کی قابلیت اور استقلال کے لیے مشہور ہوں اور اس علاقے میں لڑنے والوں کے لیے اسلحہ کے وسائل مہیا ہوں۔

سیاسی صورتحال:

علاقے میں ایسا قضیہ موجود ہو جو مقامی آبادی کو بالخصوص اور امت مسلمہ کو بالعموم اس علاقے میں جہاد پر آمادہ کر سکے۔ میرے خیال میں سب سے بڑا قضیہ جو امت کو جہاد پر آمادہ کر سکتا ہے وہ دشمن کا حملہ ہے۔ اس کے علاوہ، جہاد کے لیے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی اسباب کی بہتات کا ہونا ضروری ہے۔ چھاپہ مار جنگ کی کتابوں میں اسے 'انقلابی فضا' سے تعبیر کیا گیا ہے، ہم اسے 'جہادی فضا' کہیں گے۔

ان شرائط کے مطابق، ہمارے لیے ماضی کے کھلے محاذوں کے جہاد کی تین بڑی مثالوں میں ان عوامل کا مطالعہ مفید ہو گا۔ افغانستان، شیشان اور بوسنیا میں۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل جدول سے ہوتی ہے۔

	جغرافیائی حالات	آبادی سے متعلق حقائق	سیاسی صورتحال	نتیجہ
افغانستان	650,000 مربع کلومیٹر، ناہموار، وسائل کی کثرت، طویل حدود جو بند نہیں ہوسکتیں و دیگر اسباب کی دستیابی	۲۴ ملین لوگ، جن میں سے اکثر نوجوان ہیں، جنگجو اور صابر لوگ، وافر اسلحہ	مسئلہ: قبضہ اور بیرونی غلبہ، مذہبی محرک، قبائلی محرک	مکمل کامیابی
شیشان	چھوٹا علاقہ، 47,000 مربع کلومیٹر، بہت سا ناہموار علاقہ، جزوی طور پر کھلی حدود، وسائل کی کثرت	محدود آبادی، تقریباً 50,000 لوگ جنگجو، بہادر لوگ وافر اسلحہ	قضایا: قبضہ اور بیرونی جارحیت مذہبی محرک قومی محرک	عسکری کامیابی دعوتی کامیابی تاحال سیاسی ناکامی
بوسنیا	چھوٹا علاقہ، بہت بند اور محدود حدود۔ بہت سا ناہموار علاقہ وسائل کی بہتات	لوگوں کی محدود تعداد، مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۴ ملین ہے۔ لوگ جنگجو نہیں ہیں، بہادر نہیں ہیں اور اسلحہ کے ذرائع محدود ہیں۔	قضایا: جارحیت اور صلیبی/مغربی نسل کشی مذہبی محرک اپنی بقا کی جنگ	امت مسلمہ کی حمایت حاصل ہونے کے سوا عمومی طور پر ناکامی۔

چنانچہ اگر ہم ان تزویراتی حقائق کے نقطہ نظر سے مسلم دنیا کے ممالک کا جائزہ لیں تو ہم دیکھیں گے کہ جن ممالک اور علاقوں میں یہ شرائط موجود ہیں، خصوصاً جغرافیائی اور آبادی والی، ان میں سے اکثر کمزور ہیں، انہیں بہت ہی چالاکی سے دشمن نے خود ہی اس طرح وضع کیا ہے۔

قضیہ کی بابت یہ کہ اگر وہ مجموعی طور پر امت مسلمہ کے اندر تعلق کا احساس پیدا نہ کر سکے تو وہ کمزور ہوتا ہے۔ آج کل مذہبی، معاشرتی اور معاشی محرکات کے سبب حکام اور ان کے ساتھیوں کے ظلم کے خلاف پیدا ہونے والی انقلابی فضا کو سلاطین کے علما اور حکمرانوں کے پروپیگنڈہ نے خاصا نقصان پہنچایا ہے۔ ان لوگوں نے ہر جگہ امت مسلمہ کے ذہنوں میں یہ راسخ کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'من لم یحکم بما انزل اللہ......فاولئك هم المومنون!' کہ جو کوئی اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا......یہی لوگ مومن ہیں!' اور یہ کہ 'جو کوئی دشمنوں سے دوستی کرے، وہ ہم میں سے ہے، ہمارا حکمران اور ہمارے سروں کا تاج ہے!'

لہٰذا، ہمیں آج امریکی صیہونی جارحیت سے لڑائی کو پوری امت کی لڑائی بنانا ہے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ درباری علما اور میڈیا تو وہی کرے گا جو ان کے حکمران اور ان کا آقا، امریکہ کہے گا۔

مسلم دنیا کے علاقہ جات جو وافر اسباب و وسائل کی موجودگی کے سبب کھلے محاذوں پر جہاد کے لیے موزوں ترین ہیں، اگر ہم انہیں سیاسی خطوں کے بجائے علاقوں کی حیثیت سے لیں، تو وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ افغانستان:

اس کے اسباب و وسائل کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

۲۔ وسط ایشیائی اور ماوراء النہر ممالک:

اس علاقے کا رقبہ تقریباً پانچ ملین مربع کلومیٹر ہے اور اس میں تقریباً پچاس ملین مسلمان آباد ہیں۔ یہاں کھلے محاذوں کے لیے تمام مطلوبہ عوامل موجود ہیں۔ خاص طور پر اس لیے کہ کچھ علاقوں پر مسلسل روسی قبضہ رہا ہے اور باقی علاقے میں امریکی طرز کے جدید استعمار کی صورت میں امریکہ کا نیم علانیہ قبضہ ہے۔ میں اس پر ایک تحقیق بعنوان 'وسط ایشیا کے مسلمان' لکھ چکا ہوں جو اس معاملے پر تفصیلی بحث کرتی ہے۔

۳۔ یمن اور جزیرہ عرب:

ایک وسیع علاقہ ہے جو مجموعی طور پر ۲٫۵ ملین مربع کلومیٹر سے زائد ہے۔کل آبادی تقریباً ۴۵ ملین لوگوں پر مشتمل ہے اور اس کا اساسی قلعہ جو کھلے محاذوں کے لیے موزوں ہے وہ یمن ہے۔اس علاقے میں مذہبی اور معاشی تزویراتی عوامل موجود ہیں۔میں نے ماضی میں جزیرہ عرب اور اس کے اساسی ستون یمن میں جہاد پر بھی ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے اور یہاں پر اس کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں(ملاحظہ ہو مصنف کا رسالہ[مسئولية اهل اليمن عن ثروات المسلمين و مقدساتهم])۔

۴۔ شمالی افریقہ اور مراکش:

اپنی وسیع بری حدود، طویل ساحل، بہت سے پہاڑوں، قدرتی قلعوں، اسلحہ اور دیگر ضروری وسائل کی وافر مقدار کے ہمراہ یہ بھی ایک بہت بڑا علاقہ ہے۔ متعدد سرحدوں کی وجہ سے اس کا محاصرہ کرنا بھی مشکل ہے۔عرب اور بربر باشندے تاریخی طور پر اپنی بہادری، طاقت اور جنگی صلاحیتوں کے لیے جانے جاتے ہیں۔اس خطے میں اسلحہ کے بہت زیادہ وسائل دستیاب ہیں جو وسطی اور مغربی افریقہ سے مہیا کیے جاسکتے ہیں۔یورپ سے اس کا سمندری راستہ بھی بہت سے فوائد کا سبب ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ شمالی افریقہ اور خصوصاً مراکش میں صورتحال یوں ہے کہ جہادی فضا کے لیے درکار اکثر شرائط موجود ہیں۔اقتصادی قبضہ اور مغربی و یہودی کنٹرول جہاد کی ابتدا کے لیے وہ قضیہ مہیا کرتا ہے جو مقامی آبادی کو متحرک کرسکتا ہے۔

بلادِ شام اور عراق:

یہ ایک پوری مسلسل پٹی پر مشتمل ہے جس کا علاقہ مجموعی طور پر 700,000 مربع کلومیٹر سے زائد ہے۔یہاں پر کھلے محاذوں کے لیے درکار تمام اسباب و وسائل موجود ہیں،خصوصاً پہاڑی علاقے جو جنوبی اور مغربی عراق، جنوبی اور مغربی شام اور لبنان کے اکثر علاقوں میں موجود ہیں۔دریائے اردن کے جنوب اور مشرق میں بھی پہاڑی علاقہ موجود ہے۔اس علاقے میں لوگوں کی کل تعداد ساٹھ ملین سے متجاوز ہے۔

عراق میں امریکہ نے طویل المدت قیام کے ارادے کا اعلان کیا ہے۔وہ اپنی جارحیت کو شام تک بڑھانے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں تاکہ پورے بلادِ شام پر کنٹرول حاصل کرسکیں۔شام پر یہود کے قبضے کے بعد عیسائیوں نے لبنان کا کنٹرول حاصل کرلیا اور امریکہ نے اردن کے تمام چھوٹے بڑے امور اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔

اس خطے میں درکار اسباب و وسائل اور اسلحہ کی فراوانی ہے۔متنوع سرحدیں، ساحل اور درّے بھی موجود ہیں۔اسرائیل عالمی اسلامی قضیہ کا محرک پیدا کرتا ہے جبکہ امریکی قبضے کی وجہ سے اس میں ایک انقلابی پہلو بھی پیدا ہوجاتا ہے جو کہ جہاد کے لیے ایک زبردست موقع فراہم کرتا ہے۔

اس طرح کے اور بھی خطے ہیں جن میں کھلے محاذوں کے لیے بہت سے موزوں اسباب و وسائل موجود ہیں،جیسا کہ ترکی۔یہ جہادی چھاپہ مار جنگ کے لیے موزوں ترین ممالک میں سے ایک ہے کیونکہ یہاں سارے عوامل موجود ہیں۔اسی طرح، بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ موزوں پاکستان اور افریقہ کے کچھ ممالک ہیں......لیکن اسلامی ممالک کی اکثریت،تمام یا کچھ شرائط کے فقدان کے سبب، کھلے محاذوں کے لیے موزوں نہیں ہیں۔

اب ہم سیاسی قضیے کو ایک نظر دیکھتے ہیں، جو جدوجہد اور دشمن سے مقابلے کے لیے تحریک کا باعث ہوگا۔جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے ہمارا مطمعِ نظر مسلمان علاقوں سے امریکی قبضہ ختم کرنا، یہود سے مقابلہ، جزیرۃ العرب اور وہاں کے تیل اور وسائل سے مشرکین کو دستبردار کرنا ہے تاکہ امریکی قبضے اور خطے میں اس کے غلبے اور اس کے اتحادیوں کی وجہ سے ہونے والے ظلم اور تکالیف کا خاتمہ ہو۔

کھلے محاذوں کے جہاد میں شرکت کی کیفیت:

اکثر عرب اور اسلامی ممالک میں ان کے موجودہ وجود اور سیاسی تقسیم کے مطابق، کھلے محاذوں کی شرائط موجود نہیں ہیں۔ان میں سے اکثر جگہیں مختلف امریکی و اتحادی مفادات اور مغربی وصہیونی اقتدار کے منصوبوں کی موجودگی کے باعث انفرادی جہاد،مختصر مجموعات،اور خفیہ چھاپہ مار جنگ کے لیے زیادہ مناسب ہیں۔

وہ مجاہدین جو کھلے محاذوں کے جہاد میں شرکت کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ جب کبھی، جہاں کہیں یہ محاذ کھُلیں، وہ ان کا رخ کرلیں۔انہیں چاہیے کہ میدان میں موجود امیر کی قیادت کے تحت کام کریں۔جب تک امیر شرعی جہاد کے ادنیٰ ترین معیار پر پورا اترے اور جب تک جہاد، اپنے اصولوں،نظریے اور عقیدے کے مطابق ہو۔

جب ان میں سے کسی محاذ پر ہونے والا جہاد مسلمانوں کی فتح کی جانب بڑھے گا، وہ محاذ، اسلامی امارت کا مرکز بن جائے گا۔جہاں پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق حکومت ہوگی اور یہ علاقہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہجرت کرنے والے لوگوں کا مستقر ہوگا۔

یہ کھلے محاذوں کے جہاد کا ایک مختصر اور عمومی جائزہ تھا۔لیکن بعد میں مَیں اس کی مزید تفصیل میں جاؤں گا۔

آج اقتصادی، عسکری، اخلاقی اور سیاسی غرض ہر میدان میں امریکی ظلم اور جبر موجود ہے۔اس حقیقت سے فرار ناممکن اور اس سے پہلوتہی کرنا جاہلیت ہے۔گیارہ ستمبر کے بعد کے حالات سے ہمارے پاس واضح دلائل موجود ہیں، جو سب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس جابر طاقت کے خلاف کھلے محاذ پر مقابلہ کرنے کے خیال سے پہلے ہمیں اچھی طرح اس معاملے پر غور کر لینا چاہیے۔جب تک حالات اسی طرح برقرار رہیں، موجودہ حالات کی مناسبت سے موزوں ترین طریقہ یہی ہے کہ شہری یا دیہی چھاپہ مار جنگ کے اصولوں کے تحت خفیہ کارروائیوں کی صورت میں کام کیا جائے۔یعنی ہمیں انفرادی جہاد اور مختصر مجموعات کی صورت میں کام کرنا ہوگا۔ذیل میں ہم یہی بیان کریں گے ،ان شاءاللہ۔آگے بڑھنے سے پہلے ایک اصطلاح کا تعارف کروانا ضروری ہے اور وہ ہے دہشت گردی۔

''دھشت گردی'' کی تعریف:

میرے خیال میں حالیہ صلیبی وصہیونی مہم کی کامیابی کے اہم ترین میدانوں میں سے ایک میدان ذرائع ابلاغ کا میدان ہے۔وہ لوگوں پر اپنی من پسند اصطلاحات مسلط کرنے اور ان اصطلاحات کے ایسے معانی استعمال کرنے پر مجبور کر چکے ہیں جو ان کے نقطہ نظر کے مطابق ہوں۔اس کے بعد وہ ان مسخ شدہ اصطلاحات کو بدترین سرگرمیوں اور صفات کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

انہی میں سے کچھ اصطلاحات 'دہشت گردی'، 'دہشت گرد' اور 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' ہیں۔

حتیٰ کہ عرب اور مسلم دنیا کے ذرائع ابلاغ میں بھی یہ بات عام ہوگئی ہے۔اور وہ ابلاغی چینل جو کہ اسلام کی ترجمانی کرتے ہیں، وہ بھی ان اصطلاحات کی نفی نہیں کرتے ۔گویا یہ کوئی عیب یا برائی ہے کہ جس کے سر تھوپی جائے گی وہ تمام رذائل کا حامل ہوگا اور دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی سے محروم ہوگا۔

مجاہدین کا موقف یہ ہے کہ:

ہم اس اصطلاح کو امریکی تعریف کے مطابق سمجھنے سے قطعاً انکار کرتے ہیں۔'دہشت گردی' ایک ایسا لفظ ہے جو بہت سے دوسرے مجرد الفاظ کی طرح اپنا سیاق و سباق رکھتا ہے۔جن کے ساتھ اسے جوڑا اور اس میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔یہ ایک کلمہ ہے جس کے اچھے اور برے دونوں معانی ہو سکتے ہیں۔

اِرُھَبَ یعنی ارھاب،اس کا مصدر الرَھَبُ ہے یعنی بہت زیادہ خوف۔اس کا فاعل ارھابی ہے......اور مفعول مرُھب یا مرھوب ہے۔

دہشت گردی دو طرح کی ہوسکتی ہے۔

۱۔قابلِ مذمت دھشت گردی:

یہ باطل کی دہشت گردی ہے، اس کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ہر قول وفعل جو کسی ٹھوس وجہ کے بغیر معصوم لوگوں کو تکلیف پہنچائے یا ان میں خوف پیدا کرے۔

اس میں چوروں، ڈاکوؤں، غاصبوں اور حملہ آوروں، فرعونوں اور ان کے معاونین اور ظالم اور ناحق مسلط ہونے والے حکمرانوں کی دہشت گردی شامل ہے۔یہ قابلِ مذمت دہشت گردی ہے اور اس کا کرنے والا 'مجرم دہشت گرد' ٹھہرتا ہے جو اپنی دہشت گردی اور جرم کا، اس کی تباہی اور اثرات کے بقدر سزا کا مستحق ہے۔

۲۔ قابلِ تعریف دھشت گردی:

یہ مذموم دہشت گردی کی ضِد ہے۔یہ حق دار مظلوموں کی دہشت گردی ہے کہ جو مظلوموں سے ظلم کا خاتمہ کرتی ہے۔یہ ظالموں کو دہشت زدہ کرنے اور ان کو ہٹانے کے لیے کی جاتی ہے۔

اس ضمن میں ان لوگوں کی دہشت گردی آتی ہے جو چوروں اور ڈاکوؤں کا مقابلہ کرتے ہیں۔جارحیت کے خلاف مقابلہ کرنے اور طاغوت کے معاونین سے اپنا دفاع کرنے والوں کی دہشت گردی بھی اسی قسم میں شامل ہے۔یہ دہشت گردی محمود ومطلوب ہے۔دشمن کو دہشت زدہ کرنا ایک دینی فریضہ ہے، اور کفر کے سرداروں کا قتل سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

مجھے یاد ہے کہ حافظ الاسد کی حکومت کے خلاف جہاد کے دنوں میں مَیں اخوان المسلمون کے عسکری شعبے کے ساتھیوں کے ایک تربیتی دورے میں شریک تھا۔اس وقت میری عمر ۲۲ سال تھی۔یہ ۱۹۸۰ء میں بغداد میں واقع عراقی فوج کے کیمپ الرشید کی بات ہے۔ہمارے استاد ایک فاضل اور اخوان المسلمون کے ایک سن رسیدہ بزرگ

تھے۔انہوں نے ۱۹۴۸ء میں فلسطین میں جہاد کیا اور وہاں زخمی ہوئے۔۱۹۵۰ء کی دہائی کے اوائل میں انہوں نے برطانیہ کے خلاف نہر سویز کے علاقے میں ایک خفیہ کارروائی میں بھی حصہ لیا۔وہ سید قطب رحمہ اللہ کے دوست تھے۔انہوں نے مصر سے ہجرت کی اور اپنی باقی زندگی مصر سے باہر گزاری۔۱۹۶۹ء میں وہ 'تنظیم آزادی فلسطین' (PLO) کے ساتھ مشرقی اردن میں معسکرات کے اُمرا کے ساتھ استاد رہے اور اپنے آپ کو بہت سی مختلف جہادی تحریکوں کی مدد کے لیے وقف کر دیا جن کو اخوان المسلمون کی پشت پناہی حاصل تھی۔یہ تب کی بات ہے جب اخوان المسلمون سید قطب شہید رحمہ اللہ کے لائحہ عمل پر عمل پیرا تھی۔

انہی حالات میں ہمارے وہ بزرگ استاد ہمیں عسکری تربیت دے رہے تھے۔باوجود اس کے کہ اُن کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی، جب ہم ورزش کرتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ دوڑا کرتے۔مجھے یاد ہے کہ جب وہ پہلی دفعہ شام کی اخوان المسلمون کے عسکری شعبے کے تیس نوجوانوں پر مشتمل ایک خصوصی دستے کے پاس آئے تو اس وقت پہلی بات جو انہوں نے ہمیں اپنے مصری لہجے میں کہی وہ یہ تھی:

''کیا آپ مسلمان بھائی ہیں؟'' ہم نے کہا: ''جی'' انہوں نے کہا: ''آپ اس پر قائم ہیں۔'' ہم نے کہا: ''جی! ہم قائم ہیں۔'' انہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''آپ کو ذبح کیا جائے گا!......کیا آپ کو یہ منظور ہے؟......'' ہم سب نے خوشی اور مسّرت سے لبریز ہو کر کہا: ''ہمیں منظور ہے!''

وہ تختہ سیاہ کی جانب مڑے اور اس پر اپنے درس کا پہلا عنوان لکھا:

''دہشت گردی ایک دینی فریضہ ہے اور قتل کرنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔''

جس بات کا شیخ رحمہ اللہ نے ہمارے سامنے خلاصہ پیش کیا وہ ہمارے دین کے عقائد کا ایک حصہ ہے۔میں یہاں ایمان کی تازگی کے لیے ان کا تذکرہ ضرور کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے دشمنوں کو دہشت زدہ کرنے کی بالکل واضح ہدایات دی ہیں اور یہی بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی معلوم ہوتی ہے۔اللہ کی کتاب اور سنت نے اس قابل تعریف دہشت گردی کے احکام واضح طور پر بیان کیے ہیں۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ (انفال: ٦٠)

"اور جہاں تک ہو سکے ان کے لیے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے مہیا کر رکھو، تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔''

اس آیت کے الفاظ بالکل واضح اور قطعی دلیل ہیں۔﴿واعدوا﴾ یعنی قتال کے لیے تیاری کرو ﴿لهم﴾ اپنے دشمن کے خلاف ﴿ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل﴾ جو نشانہ بازی، گھڑسواری اور اسلحہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا ان القوة الرمی ''بے شک قوت پھینکنے میں ہے۔'' اور اسے تین دفعہ دہرایا۔یہ جنگ کی تیاری اور تربیت، اسلحہ کا جمع کرنا اور جنگ کے گھوڑے تیار کرنا یا سدھانا کس لیے ہے؟ اس آیت نے خود ہی بتا دیا ہے۔: ﴿ترهبون﴾ تاکہ تم دہشت پیدا کرو۔﴿به﴾ اس سامان سے جو تم نے جنگ کے لیے تیار کیا ہے۔﴿عدو الله وعدوكم﴾ اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دہشت گردی مقصود ہے۔﴿والذين من دونهم﴾ یعنی وہ جو اُن کی حمایت کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں، یا وہ جو تم پر حملے کے لیے گھات لگائے ہوئے ہیں۔جب وہ غاصبین کے خلاف تمہاری دہشت گردی، مزاحمت اور تمہارا دفاع دیکھیں گے تو وہ 'دہشت زدہ' ہوں گے اور حملے سے باز آ جائیں گے۔آپ کو ان حمایتیوں کے اس ارادے کا علم نہیں۔لیکن اللہ کو علم تھا۔اسی لیے اُس نے تمہاری تیاری اور رعب کے ذریعے تمہارے دشمنوں کو روک دیا۔اور اللہ ہی سب کچھ جاننے والا ہے۔

لہٰذا مختصراً:

اس آیت کریمہ نے کفار اور ان کے معاونین کے خلاف تیاری کا حکم دیا ہے تاکہ ان پر دہشت بٹھائی جا سکے۔

لیکن امریکہ نے اس آیت کو اس دور کے اکثر علما سے زیادہ بہتر طریقے سے 'سمجھا' ہے۔امریکہ نے تمام اسلامی ممالک کو حکم دیا ہے کہ وہ سورہ انفال، سورہ توبہ اور سورہ آل عمران کو اپنے تعلیمی نصاب سے خارج کر دیں!

بالکل سیدھی سی بات ہے کہ جو دوسروں کو دہشت زدہ کرتا ہے وہ دہشت گرد ہوتا ہے۔یوں 'دہشت گردوں' کی دو اقسام بنتی ہیں:

۱۔ایک ظالم اور غاصب بھی دہشت گرد ہوتا ہے۔

۲۔ایک عادل بھی دہشت گرد ہوتا ہے جو اپنا اور دوسرے مظلوموں کا دفاع کر رہا ہوتا ہے۔

چنانچہ، جب لفظ 'دہشت گرد' سے مجاہدین مراد ہوں تو ہم اس میں کوئی منفی معنی نہیں پاتے۔ یہ تو دراصل اللہ کے کمزور بندوں کے دشمنوں کے لیے دہشت گرد ہی ہیں۔تو پھر ابہام کیسا اور مذمت کیسی؟!

ہاں! ہم اللہ کے دشمنوں کے لیے دہشت گرد ہی ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں پر دہشت طاری کر دی ہے، اور ان کی سیکورٹی ایجنسیوں میں سیکڑوں ایجنٹوں کی موجودگی کے باوجود ان کو ان کے گھروں کے اندر خوف میں مبتلا کیا، الحمدللہ۔

ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ دہشت گردی کا حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔ جہاں کہیں مجاہدین، دشمن اور اس کی دہشت گردی کے خلاف دفاعی جہاد کر رہے ہیں وہ اہم فرائض میں سے ایک فریضے پر عمل پیرا ہیں، بلکہ فقہا اور علما نے بیان کیا ہے کہ یہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ ہے۔ اللہ کے دشمن جانتے ہیں کہ ان کو دہشت زدہ کرنے کا حکم بارہا کئی جگہ پر اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں آیا ہے۔ رمزفیلڈ اور دیگر امریکی بھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ شاید اسی لیے انہوں نے بہت سے اسلامی ممالک سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ عرب اور دیگر مسلم علاقوں میں نصابِ تعلیم سے بہت سی آیاتِ قرآنی خارج کر دیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ بھی: (قل یایھا الکفرون...... لکم دینکم ولی دین) ان کا کہنا ہے کہ یہ آیات مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان نفرت اور تفرقہ پیدا کرتی ہیں۔ لہٰذا ان کو نکال دینا چاہیے! پتہ نہیں یہ کفار اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بچ کر کہاں جائیں گے؟

فَإذا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنّاً بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَلِکَ وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِن لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ. (سورہ محمد: ۴)

''پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد چاہے تو احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرو تا آں کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔ یہ (تمہارے کرنے کا کام ہے) اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے نمٹ لیتا، مگر (یہ اس لیے ہے) تا کہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے۔ میرے حکم کے خلاف چلنے والوں کے لیے ذلت اور مسکینی ہے، اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یامعشر قریش واللّٰہ لقد جئتکم بالذبح! ''اے گروہ قریش، اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے ذبح کا حکم لایا ہوں۔''

مختلف حکومتوں اور وزارتِ تعلیم نے دشمن کی بات پر سر تسلیم خم کیا اور کئی مرتبہ نصاب میں ردّ و بدل کی۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ حالیہ مثال اُس پاکستانی وزیر ثقافت کی ہے، جس نے صحافیوں کے سامنے یہ کھلم کھلا اعلان کیا کہ دو سورتیں یعنی سورہ انفال اور سورہ توبہ نصاب سے نکال دینی چاہئیں کیونکہ یہ دہشت گردی کی دعوت دیتی ہیں!!

بالآخر، یہ معاملہ امریکہ کو اس نکتے پر لے آیا کہ اس نے مغرب میں مقیم متعدد علما اور مستشرقین کو جمع کیا تا کہ وہ قرآن کا خلاصہ تیار کریں اور اس میں سے ہر ایسی آیت نکال دیں جو ان کے خیال میں کفار سے نفرت اور قتال کی دعوت دیتی ہے۔ انہوں نے ایک جدید، مختصر قرآن بنام 'حقیقی فرقان' کے نام سے نکالا۔ ذرائع ابلاغ کے متعدد اداروں نے اس کا تذکرہ کیا بعد ازاں میں نے سعودی خلیجی چینل 'اقرا' پر ایک صحافتی رپورٹ میں بھی اس کا ذکر سنا۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں خبردار کرتے ہوئے سچ کہا ہے:

يَسْأَلُونَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَن دِيْنِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِيْنِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَـئِکَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَـئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُون (البقرہ: ۲۱۷)

''وہ تم سے حرام مہینوں کی بابت پوچھتے ہیں کہ ان میں قتال کرنا کیسا ہے؟ کہہ دیجیے: اس میں لڑنا بہت برا ہے لیکن راہ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد

حرام کا راستہ روکنا، اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ برا ہے، اور فتنہ خوں ریزی سے شدید تر ہے۔ وہ تو تم سے لڑتے ہی رہیں گے حتی کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ (یہ جان لو کہ) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں جان دے، اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

پس امر بالکل واضح ہے۔ اللہ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں خوف زدہ کرنے میں سب سے پہلا کام ائمہ کفر کے خلاف قتال ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ. (التوبہ: ۱۲)

''اور اگر یہ عہد کے بعد پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے شروع کر دیں تو کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو، کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔''

لہٰذا، جہاد میں سب سے اہم کام قتل کے ذریعے کفار کے سرداروں کا صفایا کرنا ہے۔ اور یہ مختلف واقعات سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو مختلف مجموعوں اور خصوصی دستوں کی شکل میں بھیجا تا کہ وہ اپنے زمانے کے کفر کے سرداروں کا قلع قمع کریں اور ایسے واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ انہی میں سے ایک واقعہ وہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ اس شاعرہ کے قتل کے لیے بھیجا جو اپنی شاعری سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ایذا پہنچاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک۔ ایک سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں، اس کی پیروی کرتے ہیں اور جو اس کی نفی کرے ہم اس کے ایمان کا انکار کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور میں فیروز دیلمیؓ نے یمن میں مرتد سردار اسود عنسی کو قتل کر دیا جس نے یمن میں حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سب لوگ مرتد ہو جائیں۔ لہٰذا فیروزؓ نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ خوش خبری سنائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خبر دی کہ: ''اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا ہے! ایک مبارک خاندان کے مبارک آدمی نے اسے قتل کیا ہے۔''

سیاست، ذرائع ابلاغ، فوج اور انتظامیہ میں سے جو لوگ اللہ کے دین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں کے مددگار ہیں، یہی ائمہ کفر ہیں اور ائمہ کفر کو قتل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موکدہ ہے۔ یہ محمود و مطلوب دہشت گردی کے اہم فنون میں سے ایک فن ہے۔ جس کا شمار مفید ترین اور سب سے زیادہ مزاحم طریقوں میں ہوتا ہے۔ یہ وہ طریقے ہیں جو اللہ کے دشمن بھی استعمال کرتے ہیں۔ سی آئی اے نے امریکہ کے قومی مفاد کی خاطر امریکی حکومت سے دوسرے ممالک کے صدور کو قتل کرنے کا لائسنس لے رکھا ہے اور وہ اس اختیار کو بارہا استعمال کر چکی ہے۔ سی آئی اے میں اس کے لیے ایک خاص شعبہ موجود ہے۔ معلوم نہیں پھر کیوں وہ اس چیز کو ہمارے لیے حرام قرار دیتے ہیں؟ اور پھر ہمارے لوگوں میں سے علمائے سُو ان کی تائید کرتے ہیں؟ !قاتلھم اللّٰہ!

ماضی میں ہونے والی ''دہشت گرد'' کارروائیاں اور انفرادی جہاد کے مشاہدات:

ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں ہونے والی 'دہشت گرد' کارروائیاں محدود رہیں۔ کچھ لوگوں نے اپنے علاقوں میں مسلمانوں پر ہونے والی زیادتی کے واقعات کے بعد جذباتی ردعمل کے طور پر کیں۔ یہ کارروائیاں کسی خاص علاقے کی جغرافیائی حدود سے متجاوز نہ تھیں۔ کیونکہ لوگوں کے ذہن اب بھی قومی یا مقامی شعور کی طرف فطری میلان رکھتے ہیں۔ اگر کوئی استعماری قوت کسی علاقے پر حملہ آور ہو تو وہاں کافی ردعمل ہوگا۔ لیکن جب وہی استعماری قوت اپنی عسکری اور دیگر مختلف شکلوں میں ہمسایہ ممالک میں موجود ہو تو کوئی اس کے مفادات کے لیے خطرہ نہیں بنتا۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جو لوگ یہ کارروائیاں کرتے ہیں وہ کسی خاص منصوبے کا حصہ نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے وہ حالات میں کوئی ایسی ظاہری تبدیلی نہیں لا سکتے جو امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کے لیے مثال کی حیثیت رکھتی ہو اور وہ ایسی کارروائیوں کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ یہ محض جذباتی ردّعمل ہیں۔

یہ کارروائیاں کسی منطقی انجام تک نہیں پہنچیں کیونکہ یہ بے قاعدہ تھیں۔ ضرورت تھی کہ کوئی ان کارروائیوں کو کسی خاص منصوبے کا حصہ بنائے اور پھر اسے قابلِ عمل حکمتِ

عملی کے طور پر پیش کرے۔ کفر واسلام کے مابین جنگ میں یہی بنیادی حکمت عملی ہمارے عسکری نظریے کی بنیاد ہوگی۔

وہ حالات وضروریات جو دشمن سے مقابلے کے لیے انفرادی جہاد کے طریقے کو ناگزیر بناتے ہیں:

۱) طاقت کے عدم توازن کی وجہ سے ضروری ہے کہ ہم کفار، مرتدین اور منافقین کے اتحاد کے خلاف انفرادی جہاد کو بطور حکمتِ عملی اختیار کریں۔

۲) 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' میں بین الاقوامی اور علاقائی جاسوسی اداروں کے باہم تعاون اور ان کے طریقہ کار کی ناکامی بھی انفرادی جہاد کو بطور حکمتِ عملی اپنانے میں مدد گار ثابت ہوتی ہے۔ نیز ایک ایسے انفرادی طریقۂ کار کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ جو سیکورٹی اداروں کے لیے ناممکن بنا دیا جائے کہ وہ چند افراد کی چھان بین کر کے اور انھیں تعذیب وتشدد کا نشانہ بنا کر دیگر افراد کو حراست میں لے لیں اور یوں ان مجموعات کو معطل کر دیں۔

۳) خفیہ تنظیموں کی پوری امت مسلمہ کے نوجوانوں کو اپنے اندر ضم کرنے کی گنجائش موجود نہ ہونا۔ جو کسی تنظیم کی ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو منسلک کیے بغیر کسی طریقے سے جہاد میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔

۴) دشمن کے متنوع اہداف اور بہت سے مقامات پر اس کی موجودگی اس بات کو مشکل بنا دیتی ہے کہ ہر جگہ جنگی محاذ بنائے جائیں۔ اور اسی طرح وہاں بڑی تنظیموں کا بننا بھی مشکل ہے۔

۵) دشمن کے زمین سے کنٹرول ہونے والے سیٹیلائیٹ، بموں اور میزائلوں سے تباہ کن اور فیصلہ کن فضائی حملوں نے اس بات کو ناممکن بنا دیا ہے کہ ہم دشمن کا مقابلہ کھلے محاذوں اور مستقل ٹھکانوں میں رہ کر کریں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف کرنا پڑے گا، اور اسی کی بنیاد پر مقابلے کی منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

عملی نقطہ نگاہ سے انفرادی جہاد کے لیے عمومی اصول:

۱) جنگ اور دشمن سے مقابلے کے تناظر سے جہاد کو رواج دینا اور ایک منظّم حکمتِ عملی کے تحت اسے ایسی ظاہری شکل میں تبدیل کرنا کہ یہ محض ردِعمل نہ ہو۔

۲) جہاد وقتال کے نظریے، اس کے منہج، اس کی شرعی، سیاسی بنیادوں اور عملی نظریات کو پھیلانا۔ تاکہ امت مسلمہ کے ان نوجوانوں کو جہاد کرنے میں آسانی ہو، جو جہاد میں حصہ لینے کے لیے پُرعزم ہیں۔

۳) دشمن سے مقابلے کے لیے انفرادی طریقۂ جہاد کے لیے موزوں جگہوں کی نشاندہی کرنا۔

۴) دشمن سے مقابلے کے لیے ایسے اہم ترین اہداف کی نشاندہی کرنا، جنہیں مجاہدین مختلف کارروائیوں اور مختصر مجموعات کے جہاد میں ہدف بنائیں۔

۵) شرعی، سیاسی، عسکری اور دیگر علوم اور معارف کو پھیلانا جو دشمن سے مقابلہ کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ یہ بلا واسطہ طریقے سے نہ ہو، جس کا نتیجہ پورے گروہ کی گرفتاری کی صورت میں سامنا آتا ہے، جیسا کہ بڑی تنظیموں کے معاملے میں ہوا۔

۶) نوجوانوں کو اس طرح انفرادی جہاد کی تربیت دینا کہ جہادی حلقوں کے مجموعات 'نظام عمل' نہ کہ 'تنظیم للعمل' کے طور پر تعمیر ہوں۔ (آئندہ اس کا ذکر آئے گا) 'امنیت، نظم، تربیت اور تیاری' سے متعلق تصورات کے بارے میں بھی مجاہدین کو آگاہ کرنا۔

۷) ایک ایسا طریقہ کار ترتیب دینا جس میں تمام کوششیں مربوط ہوں۔ جس کے نتائج اس طرح پایہ تکمیل تک پہنچیں کہ وہ دشمن کو الجھن میں مبتلا کر کے اُسے تھکا دیں، اور امت مسلمہ کے جذبات اس قدر بیدار کریں کہ وہ اس جہاد میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔

انفرادی جہاد کے لیے بنیادی مقاماتِ عمل:

مسلمانوں کا علاقہ بہت وسیع ہے اور اسی طرح وہ علاقہ بھی جہاں غاصب دشمن کے مفادات اور اہداف موجود ہیں۔ یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ جہاد میں شرکت کی خواہش رکھنے والے سارے ہی نوجوان کھلے محاذوں کی طرف عازم سفر ہوں۔ بلکہ قرین قیاس یہی ہے کہ مستقبل قریب میں ایسے محاذ شاید ہی سامنے آئیں۔ چنانچہ، ہمارا طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ جہاد میں شرکت کے متمنی مسلمانوں کی رہنمائی کریں کہ جہاں کہیں وہ موجود ہوں یا جہاں کہیں وہ فطری طور پر پہنچ سکتے ہوں ادھر کارروائیاں کریں، اور ان کو مشورہ دینا چاہیے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی اسی طرح ایک فطری انداز میں گزاریں اور خفیہ طور پر تنہا جہاد کریں یا پھر بااعتماد لوگوں کے ایک چھوٹے سے مجموعے کے ساتھ کریں جو مزاحمت اور انفرادی جہاد کا ایک خودمختار حلقہ ہوگا۔ اس بارے میں علمائے کرام کی شرعی رہنمائی کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ ہر ہر عمل کو شریعت کے مطابق کیا جائے تاکہ فلاح اخروی

نصیب ہو۔

وہ اہم ترین جگہیں جہاں ہمیں دشمن کو نشانہ بنانا چاہیے مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) جہاں دشمن کو سب سے زیادہ تکلیف دی جاسکے اور اس کو بھاری ترین نقصانات پہنچائے جاسکیں۔

(ب) جہاں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو بیدار کیا جاسکے اور ان کے اندر جذبہ جہاد اور مزاحمت پیدا کی جاسکے۔

چنانچہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے علاقوں کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔جزیرہ عرب کے ممالک، شام، مصر اور عراق:

اس علاقے میں مقدس مقامات، تیل، اسرائیل، امریکہ اور اس کے آس پاس کے ممالک کے معاشی اور عسکری مراکز موجود ہیں اور قیامت تک کے لیے یہ طائفہ منصورہ کا اساسی اور آخری ٹھکانہ ہے۔

۲۔مراکش سے لے کر لیبیا تک شمالی افریقہ کے ممالک:

ان خطوں میں مغربی مفادات موجود ہیں، خصوصاً ان بنیادی یورپی ممالک کے جو نیٹو میں امریکہ کی حلیف ہیں۔

۳۔ترکی، پاکستان اور وسط ایشیائی ممالک:

یہاں دنیا کے دوسرے بڑے تیل کے ذخائر موجود ہیں، نیز امریکہ کے سٹریٹیجک مفادات، عسکری مراکز اور سرمایہ کاری کے مراکز موجود ہیں۔ یہاں بڑی بڑی تاریخی جہادی تحریکات ہیں جو عرب جہاد اور مزاحمتی تحریکوں کے لیے سٹریٹیجک بنیاد تصور کی جاتی ہیں۔

۴۔ بقیہ اسلامی دنیا:

ان علاقوں میں امریکہ اور اس کے حلیفوں کے مفادات موجود ہیں۔ مجموعی طور پر پوری مسلم دنیا اس مزاحمت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتی ہے، یہ امت کے وہ نوجوان ہیں جو اس کے مسائل حل کرنے کے لیے مخلص ہوتے ہیں اور جہاد میں شرکت کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ یہ ایسی ریڑھ کی ہڈی ہے جو کروڑوں مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

۵۔تیسری دنیا کے ممالک میں امریکی و اتحادی مفادات:

خصوصاً ان ممالک میں جو صلیبی مہم میں حصہ لے رہے ہیں۔ ان کی سیکورٹی مغربی ممالک میں لاگو سیکورٹی اصولوں کے برعکس بہت کمزور ہے۔ ان ممالک میں اساسی طور پر جہاد ان مجاہدین کے کندھوں پر آتا ہے جو بنیادی طور پر ان ممالک میں مقیم ہیں اور وہاں ایک عام زندگی گزارتے ہیں۔ یہ نقل و حرکت، چھپنے، اہداف کے بارے میں جاننے اور سہولت سے ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں مدد دیتا ہے۔

۶۔ یورپی ممالک جو امریکہ کے اتحادی ہیں اور اس کے ہمراہ جنگ میں شریک ہیں:

یورپ میں بڑی بڑی اور پرانی اسلامی کالونیاں آباد ہیں۔ ان کی تعداد ۴۵ ملین سے زائد ہے، اسی طرح آسٹریلیا، کینیڈا اور جنوبی امریکہ میں بھی ہزاروں مسلمانوں پر مشتمل کالونیاں موجود ہیں۔

خاص طور پر یورپ کیونکہ یہ عرب اور اسلامی دنیا کے قریب ہے، ان کے ایک دوسرے سے مشترکہ مفادات وابستہ ہیں اور ان کے درمیان نقل و حرکت کے ذرائع بھی موجود ہیں۔ ان ممالک کے مسلمانوں کی مثال وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کی ہے، جہاد کا فریضہ، دشمن کا دفاع کرنے کا فریضہ ان کے کندھوں پر بالکل اسی طرح آتا ہے جیسے مسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں پر آتا ہے۔

یورپ اور دیگر اتحادی ممالک میں حکومت کے موقف کو دیکھتے ہوئے، کام سیاسی مصالح اور مفاسد کے اصولوں کے تحت ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی لوگوں کی حمایت حاصل کرنے اور ان کو تکلیف پہنچانے سے گریز کرنے کی حکمت عملی اپنانی چاہیے۔ ان شاءاللہ مزاحمت کے سیاسی نظریے کے بیان میں اس کا تفصیلاً ذکر کروں گا۔

۷۔ بذات خود امریکہ کے قلب میں، اس کو سٹریٹیجک اور موثر کارروائیوں کا ہدف بنا کر، جیسا کہ ذیل کی عبارتوں میں بیان کیا جائے گا: ان شاءاللہ، یہ امریکہ اژدھے کا سر ہے، جیسا

کہ شیخ اسامہ بن لادن نے اس کا صحیح نام رکھا ہے۔یہی تمام بلاؤں کا سر چشمہ اور صلیبی اتحاد کا سردار ہے جو اس کی شکست کے ساتھ ہی پارہ پارہ ہوجائے گا،اور ہم ان شاءاللہ تاریخ کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہوجائیں گے۔

انفرادی جہاد کا نشانہ بننے والے اہم ترین اہداف:

انفرادی جہاد اور مزاحمت کا ہدف یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصان پہنچایا جائے اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ جہاد ان کے زوال کی ایک علامت بن چکی ہے۔یہ ان زیادتیوں کے سبب ہے جو وسطی اور جنوبی ایشیا سے لے کر،مشرق میں فلپائن کے جزیروں اور انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک،شمال میں قفقاز،جزیرہ نما کریمیا کے ممالک،بلقان اور شمالی افریقہ سے لے کر جنوب میں بھارت اور وسطی افریقہ تک،غرض پوری اسلامی دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں،وہ علاقے اس کے علاوہ ہیں جہاں مسلمان اقلیتیں آباد ہیں۔

اسلامی ممالک جہاد کے اساسی مراکز ہے،جیسا کہ ہم سیاسی نظریے میں بیان کر چکے ہیں اور اس اہم باب کے آخر میں 'مقاومت کی حکمت عملی' کے عنوان کے تحت اس کو مزید واضح کریں گے۔

کارروائیوں کا قاعدہ یہ ہے کہ مجاہد اپنی زمین پر جہاں وہ رہتا ہے اور مقیم ہے،انفرادی جہاد کرے گا۔بغیر اس کے کہ اسے جہاد کی خاطر سفر،ہجرت،اور اس جگہ جانے کی جہاں بلا واسطہ جہاد ممکن ہو مشقت کرنی پڑے۔آج دشمن ایک ہی ہے اور وہ الحمدللہ ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔

اگر ہم اہمیت کے اعتبار سے اہم ترین اہداف کا تذکرہ کرنا چاہیں تو وہ کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ہمارے ممالک (عرب اور اسلامی دنیا)

۲۔دشمن کے ممالک (امریکہ اور اتحادی ممالک)

۳۔دنیا کے دیگر ممالک میں۔

اول: اساسی علاقے کے اہداف (عرب اور اسلامی دنیا کے ممالک):

۱۔مشنری سرگرمیوں اور مسیحیت کے مراکز،ثقافتی وفود اور وہ ادارے جو مسلمان ممالک میں امریکی اور مغربی ثقافتی اور نظریاتی یلغار کے ذمہ دار ہیں۔یہ امر ملحوظ رہے کہ ان کی کلیساؤں اور ان عیسائیوں کی اشیاء وسہولیات کو نقصان پہنچایا جائے جو اصلاً ہمارے ممالک میں مقیم ہوں۔

۲۔امریکہ یا اس کے مغربی اتحادیوں سے تعلق رکھنے والی ہر قسم کی معاشی سرگرمیاں؛ کمپنیاں،دکانیں،ماہرین،انجینئر،تاجر،غیر ملکی نمائندے (سوائے مسلمانوں کے)......ان استعماری چوروں کے گھر والوں کی رہائش گاہیں......وغیرہ۔

۳۔امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ہر طرح کی سفارتی موجودگی بشمول سفارتخانے،قونصلیٹ،سفارتی وفود وغیرہ......

۴۔امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ہر قسم کی عسکری موجودگی (عسکری مراکز،بحری بیڑے،بندرگاہیں،ہوائی اڈے،سواریوں کے اڈے،عسکری ساز وسامان وغیرہ......)

۵۔امریکہ اور اس کے حلیفوں کی سیکورٹی ایجنسیوں کی ہر قسم کی موجودگی،مثلاً سی آئی اے اور ایف بی آئے وغیرہ کے دفاتر،چاہے وہ اعلانیہ ہوں یا کسی فرضی آڑ کے پیچھے چھپے ہوں۔

۶۔ہر قسم کے صیہونی اور امریکی وفود جو آج ہمارے ملکوں پر شہری،قومی اور حکومتی اداروں کے ذریعے قابض ہیں،ثقافتی،کھیلوں اور فنون وغیرہ کے وفود۔

۷۔ہر قسم کی سیاحتی سرگرمیاں؛ سیاحتی کمپنیاں اور غیر ملکی سیاحوں کے وفود،ان کے دفاتر،ان کی ہوائی جہاز کی کمپنیاں وغیرہ۔یہ لوگ عادات رذیلہ،فساد،جنسی بے راہ روی اور خرابی کے سفیر ہیں،علاوہ ازیں یہ اس قبضے کی ذلت آمیز تصویر ہیں جو ہمارے ملکوں پر مسلط ہے اور ہماری اراضی کو اِن کے فجار اور مترفین کی سیر وتفریح کے لیے عقبی صحن میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

۸۔مرتد حکومتوں کے بنیادی اراکین جو صلیبی حملوں کے معاون ہیں۔

۹۔ معاون قوتوں کے اراکین اور مختلف میدانوں میں غاصبین کے حملوں کے ساتھ مفاہمت کرنے والے ۔

مختصراً...... ہمارے ملکوں میں موجود امریکہ اوراس کے اتحادیوں کی ہر قسم کی جانی اور مادّی موجودگی کونشانہ بنانا جہاد کا بنیادی مقصد ہے۔

اھم تفصیل

☆امریکی قبضے کا معاشی پہلو: (سرمایہ دارانہ نظام کاقبضہ)

ہمارے مما لک پر ہونے والے امریکی قبضے کا معاشی پہلو (ان کے سرمایہ دارانہ نظام کا قبضہ) صلیبی وصہیونی یلغار کا ایک نہایت ہی اہم پہلو ہے۔جس کا محرک ان کی صیہونی اور صلیبی اغراض اوران کی تحریف شدہ مذہبی کتابوں کی خرافات اور کہانیوں پر ایمان ہے۔

دنیا کے سب سے بڑے اوراساسی تیل کے کنویں مسلم مما لک میں موجود ہیں۔سعودی عرب اور مجلس تعاونِ خلیجی کے مما لک میں دنیا کے سب سے بڑے معروف تیل کے ذخائر ہیں۔نیز عراق میں دنیا کا سب سے بڑا غیر منکشف ذخیرہ موجود ہے جو کم از کم ۳۰۰ بلین بیرل تیل رکھتا ہے۔وسط ایشیائی علاقہ اور بحیرہ کیسپئین میں دنیا کے دوسرے بڑے معروف تیل کے ذخائر موجود ہیں، شام میں بھی بڑے بڑے کنویں پائے جاتے ہیں۔سوڈان اورافریقہ میں تیل کا ایک بہت بڑا زیر زمین تالاب ہے، اور شمالی افریقہ، اور خصوصاً الجزائر میں بھی اسی طرح کا تالاب ہے۔الجزائر کی سوئی گیس جو مراکش کے ذریعے، جبل الطارق کے نیچے سے ہوتی ہوئی یورپ جاتی ہے، یورپ میں استعمال ہونے والے ایندھن کا تقریباً ۶۵ فیصد ہے!!!

اس کے علاوہ عرب اوراسلامی دنیا میں اہم اور مختلف معدنی وسائل بھی موجود ہیں، زرعی اور حیواناتی وسائل اور میٹھے پانی کے ذرائع وغیرہ اس پر مستزاد ہیں۔لہٰذا، استعمار کا ایک اہم ہدف ان وسائل کو لوٹنا ہے، جیسا کہ بش سینئر کے ایک معاون نے ۱۹۹۰ء میں کویت جنگ کے دوران صراحت کی تھی کہ: ''وہ خدا کی اس غلطی کا ازالہ کرنے آئے ہیں کہ اس نے ہمارے علاقوں میں تیل پیدا کیا''بندروں اور خنزیروں کی اولاد جو کچھ کہتی ہے اللہ کی شان اس سے بہت اونچی ہے!!!

امریکی اور مغربی استعمار کا دوسرا ہدف مسلم دنیا کے مما لک کو، جہاں کی آبادی دنیا کی آبادی کے پانچویں حصے پر مشتمل ہے، مغرب کی صنعتی اور تکنیکی مصنوعات کی فروخت کے لیے بازار میں تبدیل کرنا ہے جو کہ سرمایہ دارانہ نظام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کی تجارت مشرقی ایشیا اور چین کے وسائل سے مقابلے پر ہے اور بہت جامد ہے۔چنانچہ، استعمار اور امریکی ومغربی حملے کے اقتصادی اہداف کو دو نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے:

ا۔وسائل لوٹنا

۲۔مصنوعات کی فروخت (سرمایہ دارانہ نظام کی بڑھوتری)

یہ دو اہداف مجاہدین اور شرعی دہشت گردی (الارھاب المشروع) کے نشانے پر ہونے چاہئیں۔ہمیں چاہیے کہ وسائل پر قبضہ کرنے کے راستوں کو ان پر بند کردیں اور مصنوعات کی فروخت سے ان کو باز رکھیں۔صرف کمزور اور بیٹھ رہنے والے داعیان کے امن پسند بائیکاٹ والے جہاد اور ظلم کو ہٹانے کے لیے عالمی 'زبانی کلامی' مہم کے ذریعے نہیں (اگر چہ انہیں جہاد کے ساتھ ساتھ کیا جائے تو یہ بھی مزاحمت کے اہم افعال ہیں) بلکہ عسکری مزاحمت کے ذریعے، انفرادی جہاد اور مختصر مزاحمتی مجموعات کی کارروائیوں کے ذریعے۔

فقہائے اسلام کا دشمن کو ایسی اشیا بیچنے کی حرمت پر اجماع ہے جو اسے مسلمانوں سے زیادہ قوی بنادیں، پھر اس ایندھن کی کیا حیثیت ہوگی جو صلیبی حملوں کے دوران ٹینکوں اور جہازوں میں استعمال ہوتا ہے؟!

دشمن کے اہم ترین معاشی اہداف تفصیلاً مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ تیل اور توانائی کے مصادر، منبع سے لے کر نکاسی تک:

یہ مجاہدین کے اہم ترین اہداف میں سے ہیں؛ آئل فیلڈز، تیل کی پائپ لائنیں، برآمدی بندرگاہیں، بحری راستے اور آئل ٹینکرز، ان کے ملکوں کی درآمدی بندرگاہیں، ان کے ملکوں میں تیل کے ذخائر۔

کہا جاتا ہے کہ تیل برآمد کرنے والے ملکوں کے مسلمانوں کے لیے یہی تیل آمدن کا ذریعہ ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں۔حقیقتاً، دشمن کے لیے سپلائی ہونے والا یہ تیل' توانائی، انڈسٹری اور مال کے اندر ناحق مداخلت کا راستہ ہے۔یہ ہمارے دشمن، قاتل، غاصبین اور صلیبیوں کے لیے زندگی کی شریان ہے! یہ ان کی عسکری مشین کا خون ہے جس

نے بیسویں صدی کے آغاز سے، رات دن ہم پر ذلت اور موت مسلط کر رکھی ہے۔ جب کہ اس دولت کا بہت چھوٹا سا حصہ ہمارے ملکوں میں واپس لوٹتا ہے اور زیادہ تر توان مٹھی بھر مرتد حکمرانوں کی جیبوں اور ان کی فاسق، زانی اور رنگ رلیوں میں مست اولادوں اور کاسہ لیسوں کی جیبوں میں جاتا ہے جو اسے اڑا دیتے ہیں، باقی لوگوں پر تو صرف اس کا چُورا ہی گرتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ مسلم امہ کے دیگر افراد اور غربا اپنے حصے سے محروم ہی رہتے ہیں، باوجود اس کے کہ اللہ کی اس نعمت پر ہر ایک امتی کا شرعی حق ہے۔

استعماراتی معاہدوں کے مطابق تیل سے ہونے والی آمدنی کا پچاس فیصد حصہ غیر ملکی کمپنیوں کو ملتا ہے اور باقی پچاس فیصد عالمی یہودی بینکوں میں بے معنی برقی اعداد و شمار میں تبدیل ہو جاتا ہے! ان کے مالکوں، فجار اور چور امرا کو کوئی حق یا آزادی نہیں ہوتی کہ وہ اس میں سے کچھ بھی بڑے چوروں، یعنی اپنے صلیبی و یہودی آقاؤں کی اجازت کے بغیر نکال سکیں۔

تیل ایک نعمت ہونے کے باوجود اب لعنت بن چکا ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گڑھے میں پہنچا دیا ہے!

بے شک، تیل کی برآمدات میں تعطل سے مرتد حکومتوں کے بجٹ کو نقصان پہنچے گا۔ لیکن ان محدود سیکٹرز میں جزوی نقصان کی اس نقصان کے سامنے کیا حیثیت ہے کہ یہ تیل صیہونی اور صلیبی دشمن تک نہ پہنچے؟! امر بالکل واضح ہے!

مختصراً، یہ کہ یہ تیل ہمارے دشمن کی رگِ جاں ہے جس کا منبع ہمارے ملکوں میں ہے اور ہمیں اس کو کاٹنا ہو گا!!

جب ہمارے وسائل ہمارے اپنے ہاتھوں میں آجائیں گے اور ہم ان کے مالک ہوں گے تو ہم ان وسائل سے صحیح تجارت کریں گے، جو عدل اور حسن ہمسائیگی کے قاعدوں پر مبنی ہو گی۔

☆ معدنی وسائل کی کانیں:

سونا، تانبا، لوہا، ایلومینیم، کوبالٹ، فاسفیٹ وغیرہ...... ہمارے معدنی وسائل کی فہرست بہت طویل ہے اور یہ ضروری ہے کہ ان کو دشمن تک پہنچنے سے بچایا جائے اور دشمن کو ان پر سرمایہ داری کرنے سے باز رکھا جائے۔ یہ کام ان وسائل کی برآمدات روک کر، ان کی کانوں کو بند کر کے اور برآمد کے تمام راستوں اور ذرائع کو کاٹ کر کیا جا سکتا ہے۔

☆ آبنائیں (straits) اور اہم سمندری گزرگاہیں:

زمین پر پانچ اہم آبنائیں (سمندری تجارتی راستے) ہیں، جن میں سے چار عرب اور مسلم ممالک میں موجود ہیں۔ پانچویں امریکہ میں ہے، جو کہ پاناما کینال ہے۔

ان چاروں کے نام یہ ہیں:

۱۔ آبنائے ہرمز، عرب-ایران خلیج کے تیل کا دروازہ۔

۲۔ مصر کی آبنائے سویز۔

۳۔ افریقہ اور یمن کے درمیان باب المندب۔

۴۔ مغرب اقصیٰ (مراکش) میں آبنائے جبل الطارق۔

مغربی دنیا کی زیادہ تر معیشت، تجارت اور تیل کے لحاظ سے، انہی بحری راستوں سے گزرتی ہے۔ انہی سے وہ بحری قافلے، جہاز بردار بیڑے اور تباہ کن میزائل گزرتے ہیں جو ہماری عورتوں اور بچوں پر برستے ہیں۔ جب تک کہ یہ غاصب مہمات ہمارے ملکوں سے نہیں نکلتیں ان راستوں کو بند کرنا ناگزیر ہے۔ یہ امریکی جہازوں اور اس کے اتحادیوں کے جہازوں کو نشانہ بنا کر کیا جا سکتا ہے، ان گزرگاہوں کو بارودی سرنگوں سے روک کر، ان میں جہازوں کو ڈبو کر، وہاں پر نقل و حرکت کو قزاقی کے ذریعے، شہیدی حملوں اور جہاں کہیں ہو سکے اسلحہ کی طاقت سے ڈرا دھمکا کر کیا جا سکتا ہے۔

دشمن اور دشمن ممالک کی عوام کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے اپنے صلیبی اور صیہونی دوست حکمرانوں کی خواہشات کے سبب ایک بہت بڑی عالمی جنگ کا شعلہ چھیڑا ہے۔ انہیں ہمارے ممالک سے نکلنا ہو گا اور وہاں پر اپنی مداخلت کو ختم کرنا ہو گا اور خائن حکمرانوں کی پشت پناہی بند کرنی ہو گی۔ اگر وہ معقول اور انسانیت اور عدل پر مبنی رویہ اختیار نہیں کرتے تو انہیں اپنے حصے کی موت کے سامنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے جو وہ ہمارے لوگوں اور بچوں پر مسلط کیے ہوئے ہیں، اور اپنے حصے کی غربت، معاشی تباہی اور زندگی کی تنگیوں کو پانے کے لیے جو انہوں نے ہم پر مسلط کر رکھی ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ ان کو اسلحہ کی قوت، مزاحمت کے نتائج اور جانوں کے نقصان سے سبق

سکھائیں۔ان کے لیے اچھا تو یہی ہے کہ ہمیں اور ہمارے معاملات کو چھوڑ دیں، تا کہ ہم اپنے مجرم حکمرانوں کو ہٹا سکیں، اور خود اپنی شرعی حکومتیں قائم کریں اور پھر ان کے ساتھ اچھی بات چیت اور منصفانہ شرعی قواعد کے موافق معاملات کریں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے لوگوں کو ابلاغ، میڈیا اور پروپیگنڈا کے ذریعے یہ سمجھائیں کہ مجاہدین کے ساتھ ساتھ انہیں بھی جنگ کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ہمیں یہ واضح کرنا ہوگا کہ ہم حالتِ جنگ میں ہیں۔ دشمن نے ہمیں اس جنگ کے اندر دھکیلا ہے۔ہمیں اس کے جز وقتی نقصانات کو برداشت کرنا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنا جوہر، اپنے وسائل، اپنا دین اور اپنی بقا کے تمام اجزا سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

عرب اور اسلامی دنیامیں یہودی ، صلیبی مہم کے اتحادیوں کے سٹریٹیجک اہداف کو نشانہ بنانا:

جیسا کہ دوسرے باب 'مزاحمت کا سیاسی نظریہ' میں بتایا گیا ہے، ہمارے ممالک پر جارحیت میں امریکی مہمات عمومی طور پر مرتد اور منافق طاقتوں کی کثیر حمایت پر انحصار کرتی ہیں۔اس کے علاوہ ان لوگوں کے وسیع طبقے پر جو'امریکہ زدہ' Americanised ہیں، جو اس جارحیت کا استقبال کرتے ہیں اور ان کا وجود اور مفادات اس سے وابستہ ہوتے ہیں۔

مرتدین اور منافقین کے اتحادیوں کا یہ بڑا گروہ مختلف انواع کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ان میں سے کچھ متفق ہیں، کچھ مدمقابل ہیں اور کچھ باقاعدہ محارب ہیں۔ہم استعمار کے معاون ارکان کے اس اتحاد میں سے ترجیحات کے لحاظ سے اہم ترین اور نمایاں ترین افراد کا انتخاب کریں گے۔ہم ان کو ہدف بنانے کی اہمیت واضح کریں گے اور یہ کہ ان کو کون سے ایسے طریقے سے ہدف بنایا جائے جو کہ جہاد کی عمومی حکمت عملی سے مطابقت رکھتا ہو؛ جو یہ ہے کہ جہاد کی حکمتِ عملی بنیادی محور (المحور الاساسی) قابض افواج یعنی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ مقابلہ ہو، اور اپنے ملکوں میں محور کو ثانوی حیثیت پر رکھا جائے اور بناؤ اور بگاڑ کے اصولوں کے تحت صرف اہم اور بڑے اہداف کو شامل کیا جائے۔

جیسا کہ ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ہم مزاحمتی قوت کی تعمیر کریں اور اس کے حلقوں کو پھیلائیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے درمیان دشمن قوتوں کے اہم مراکز کو گرادیں، تباہ کردیں اور ان کا صفایا کردیں، جب تک کہ اس سے سٹریٹیجک حملے کے لیے ہماری اپنے اساسی محور سے توجہ نہیں ہٹتی، جو کہ جارحیت اور بیرونی دشمن کا مقابلہ ہے۔

ہمارے ممالک میں ارتداد اور نفاق کی قوتوں سے مزاحمت کے دوران اہم ترین عسکری اہداف یہ ہیں:

ا۔ عرب اور اسلامی حکومتیں:

یہ کام صرف ان کے بادشاہوں، صدور، شہزادوں، اہم وزیروں اور سینئر اہل کاروں کو نشانہ بنا کر کیا جانا چاہیے، خصوصاً وہ جن پر امریکی جارحیت کا منصوبہ انحصار کرتا ہو، یا وہ سینئر اہل کار اور اونچے طبقے کے لوگ جو سیکورٹی مہم کے لیے انتہائی ناگزیر ہوں۔صرف ان اعلیٰ مرتد لیڈروں کا صفایا اور ان پر حملہ کرنا مطلوب ہے جو امریکی غاصب مہمات کے اتحادی ہیں۔

۲۔وہ امنیاتی ، عسکری اور سیاسی قوتیں جو براہ راست قبضے کے معاون :

جیسا کہ عراقی پولیس اور کشمیری پولیس کا معاملہ ہے......اور فوج کا وہ گروہ جو ان (امریکیوں) کی قیادت کے تحت سرگرم عمل ہو۔ہمیں ان اداروں پر حملہ کرنا ہوگا اس سے پہلے کہ یہ پھیلیں، اور ان کی موجودگی قابض قوت کو اپنی فوج کے استعمال سے مستغنی کردے (یہ صرف براہِ راست اور صریح قبضے کی صورت میں ہوگا)

۳۔سیکورٹی قوتیں، اور حکومتی فوج اور سپاہی جو مجاهدین اور اسلام پسندوں کو نشانہ بناتے هیں:

ہم ان سے صرف دفاعی طور پر لڑیں گے اور ان کو حملوں کا ہدف نہیں بنائیں گے۔لیکن، یہ ضروری ہے کہ ان کو اسلامی، ملی اور جذباتی خطاب کا نشانہ بنایا جائے تا کہ یہ مزاحمت میں شامل ہو جائیں، اور ان کے سپاہیوں اور افسروں کی ایسے کردار کی طرف رہنمائی کی جائے کہ وہ اپنے دین اور امت کے دفاع کی خاطر لڑیں۔

لیکن اس صورت میں کہ وہ مجاہدین کی مخالفت کریں اور ان کو قتل کرنے کا قصد کریں، ان کو قید کرنے یا نقصان پہنچانے کا ارادہ کریں تو ضروری ہے کہ ان سے لڑتے ہوئے اپنی جان خطرے میں ڈال دی جائے لیکن ان کے آگے ہتھیار نہ ڈالیں۔ان سے کیا جانے والا قتال طائفہ ردہ اور کفر کے خلاف قتال ہے۔(منہج کے نظریے میں اس کی وضاحت کی گئی تھی)

یہ ضروری ہے کہ جہادی تحریک کے نوجوانوں کے درمیان جہاں تک ہو سکے ہتھیار نہ ڈالنے، قید سے انکار کرنے اور لڑتے لڑتے شہید ہو جانے کا کلچر عام کیا جائے۔

۴۔استعمار کے داعی اور علم بردار:

عرب اور اسلامی معاشروں میں سیکولر اور جمہوریت پسند مخالفینِ اسلام کا ایک نیا طبقہ وجود میں آیا ہے جو عسکری، سیاسی، نظریاتی اور ثقافتی غرض ہر سطح پر امریکی مہم کا کھلم کھلا استقبال کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی ایک مثال مشہور ڈاکٹر سعد الدین ابراہیم ہیں۔ یہ مرتد اور منافق نمونے آج کھلم کھلا کام کرتے ہیں، معاشرتی زندگی کے اداروں اور جمہوریت کی دعوت کے بہانے امریکی آڑ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ بہت زیادہ پھیل چکے ہیں، باقاعدہ ادارے اور منصوبہ عمل چلاتے ہیں اور امریکہ سے ملنے والی بڑی بڑی امدادوں پر پلتے ہیں۔ یہ لوگ عالمی جہاد کے حلقوں کے اہم ترین اہداف میں سے ہیں۔ جہادی حلقوں کو چاہیے کہ وہ ان کے لیڈروں کو قتل کر کے ان کا صفایا کریں اور ان کے اداروں کو اڑا دیں، جلا دیں اور تباہ کر دیں، کہ ان کا انجام بھی مسجد ضرار جیسا ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلانے اور مٹانے کا حکم دیا تھا۔

۵۔ امریکی اور صیہونی فروغ کے منصوبے:

آج امریکہ کا سٹریٹیجک حملہ عرب اور مسلمان ممالک میں نظریاتی، ثقافتی، منہجی یا اکیڈمیوں اور جامعات کی صورت میں منصوبہ جات کے پھیلاؤ پر انحصار کرتا ہے۔ ان کا ہدف یہ ہے کہ ایک طرف استعماراتی ثقافت کو فروغ دیا جائے اور دوسری طرف مقامی سطح پر ایک ایسی امریکہ زدہ نوجوان نسل سامنے آئے، یا انہیں امریکہ و چند دیگر اتحادی ممالک میں بھیجا جائے، کہ وہ وہاں سے ڈپلومے حاصل کریں، تجربات اخذ کریں اور آئندہ آنے والے امریکی زمانے میں 'عظیم تر مشرقِ وسطیٰ' کے رجال اور حکمران بننے کے اہل ہو جائیں۔

امریکی میڈیا ان امریکی ساختہ گروہوں کو مشہور کرتا ہے اور انہیں مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے سامنے یا پھر عرب اور اسلامی دنیا میں معاشی، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے اونچے طبقے کے لوگوں کے سامنے اتباع کے لیے نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ یہ منصوبے 'وادی عربہ منصوبے' کی قبیل سے ہی ہیں جو اسرائیل اور اردن کی درمیانی حدود پر واقع ہے۔ ایسے ادارے اور شعبے اڑانا، تباہ کرنا اور جلانا مزاحمت کے اولین اہداف میں سے ہے۔ ان کے تعلیم یافتہ لوگ، معاونین، اور ان کے بنیادی کفیل (sponsors) قتل اور اغوا کے لیے اہم ترین اہداف میں سے ہیں۔ یہ وہ مرتدین اور منافقین ہیں جو ائمہ کفر کے کبار میں سے ہیں، یہ اللہ کے دین میں طعن کرتے ہیں اور مسلمانوں سے خیانت کرنے والے ہیں۔

۶۔ اللہ کے دین میں طعن کرنے والوں میں سے اہم لوگ اور استعماری فکر رکھنے والے میڈیا کے وہ افراد جو مجاہدین کے خلاف بر سر پیکار ہیں:

یہ وہ گروہ ہے جو ان دنوں میں بہت زیادہ پھیلنا شروع ہو گیا ہے، اس میں ادبی افراد، شاعر، مفکر، مصنفین اور صحافی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ لوگ آج کھلم کھلا اور اعلانیہ، کسی خوف اور حیا سے عاری ہو کر عقائد اسلام پر یلغار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کے دین اور جہاد سے منہ موڑ کر تکبر کا راستہ اختیار کیا ہے......اور 'دہشت گردی کے خلاف عالمی مہم' (جو انہوں نے اس کا نام رکھا ہوا ہے) کے پردے اور آڑ میں کام کرتے ہیں، اور اللہ کے دین اور اس کے اولیا سے اپنے دلوں میں پوشیدہ نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلامی تحریکوں کے افراد اور ادارے ان کے ساتھ مکالمے اور سیٹیلائیٹ چینلوں کے ذریعے مسلسل نوک جھوک کرتے رہتے ہیں۔

البتہ یہ مقابلہ فریق مخالف کے احترام کے عنوان کے تحت اور دوسرے کی رائے کا اعتراف کرتے ہوئے کیا جاتا ہے جو بے کار ہے۔ کیونکہ یہ لوگ محض جاہل یا مخالفین نہیں ہیں، اگرچہ یہ اچھے طریقے سے بات چیت کرتے ہیں، ان میں اکثر اصلاً مسلمان لیکن واقعتاً مرتد ہیں۔ یا اصلاً مسلمان نہیں ہیں، جیسا کہ مسلمان معاشروں میں موجود عیسائی اور دہریوں کی اقلیتیں۔ یہ ذمی نہیں ہیں اور اگر ہوتے بھی تو اسلام اور اس کے پیروکاروں کے خلاف ان کی پروپیگنڈا امہمات کے باوجود یہ ذمہ ساقط ہو جاتا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن نے صراحت کے ساتھ 'ائمہ کفر' کا نام دیا ہے اور ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے، پس اس حکم پر لبیک کرتے ہوئے ان کو قتل کرنا واجب ٹھہرتا ہے جو اللہ نے اپنی عظیم کتاب میں دیا ہے: وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ۔ ''اور اگر یہ عہد کے بعد پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے شروع کر دیں تو کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو، کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔'' (التوبہ:۱۲)

۷۔فسق، رذائل اور بدچلنی کے داعیوں اور مسلمانوں کے درمیان فحاشی پھیلانے والے ادارے:

آج امریکی یہودی، صلیبی یلغار کا اولین ہدف مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، ثقافتی اور نظریاتی بنیادوں کی تباہی ہے۔اس کا ایک طریقہ کار یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان فحاشی، بدچلنی، زنا، فجور، بے پردگی، عریانی اور مرد و زن کے اختلاط کی ثقافت کو عام کیا جائے اور اس کے علاوہ دیگر اجتماعی خرابیوں کو پھیلایا جائے۔بہت سے پروپیگنڈا کرنے والے اور ابلاغی ادارے اس کام کے لیے کھل چکے ہیں، انہوں نے بہت سے دانش ور، فن کار، ادیب اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کو بھرتی کیا ہے۔ان لوگوں کا ایک بہت بڑا اور اہم آلہ سیٹیلائیٹ ٹی وی چینل اور کیبل نیٹ ورک ہیں جن میں سرمایہ کاری کرنے والے فساد اور فسق و فجور میں غرق کروڑ پتی، کچھ امیر کبیر خلیجی عربی اور سعودی وغیرہ شامل ہیں، مثلاً فحش شہزادہ ولید بن طلال بن عبدالعزیز اور اس کا سیٹلائیٹ نیٹ ورک 'روٹانا' وغیرہ۔

کچھ قابل احترام ابلاغی ادارے اور اسلامی تحریکوں سے منسلک کچھ افراد فساد، بدچلنی اور رذائل کے اس متعفن طوفان اور تیزی سے پھیلنے والی وبا کو مکالمات اور بحثوں کے ذریعے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔وہ فضائل اور بھلائیوں کی ثقافت کو پھیلانے اور مسلم امت کی دینی اور اخلاقی شناخت کی حفاظت کے لیے کوشاں ہیں۔

جب جراثیم، وبائیں اور ٹڈیاں پھیل جائیں تو محض مکالمات کافی نہیں ہوتے!

صرف جراثیم کش ادویات اور کیڑے مار دوائیاں ہی کام کرتی ہیں اور یہ ہر سمجھ دار شخص کے لیے خود ہی واضح ہے۔

چنانچہ، شرعاً، عقلاً اور منطقاً ضروری ہے کہ یہ ادارے اور ان کے اہم ترین افراد، ان کے داعی اور لیڈر دھماکوں، تباہی اور قتل کا ہدف بنیں۔

ان مثالوں میں شہزادہ ولید بن طلال اور اس جیسے لوگ، روٹانہ سیٹیلائیٹ چینل، پروگرام 'وِڈیو کلپ' اور 'سٹار اکیڈمی' اور طاعون کی دیگر صورتیں شامل ہیں جو لبنانی سیٹیلائیٹ چینلوں، رذائل اور دیگر فحاشی کے نشر کرنے والوں کے ذریعے پھیل رہی ہیں۔

بے شک ہمارا پیمانہ صبر سے لبریز ہو چکا ہے، لیکن اس کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں سے ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ جنگ چھیڑ دی جائے، بلکہ صرف ان کے لیڈروں کے ساتھ (جنگ کافی ہے)؛ فن اور ادب کے لیڈر، لیکن اس سے بھی پہلے معاشی لیڈر جو امت مسلمہ کے دین اور اخلاق کے اوپر شیطانی دروازے کھولنے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ''بے شک جو لوگ ایمان والوں کے درمیان فحاشی پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔'' (النور:۱۹)

ایک نہایت اہم تنبیھه!!

مسلمان علما کے گروہ یا اسلامی بیداری سے منسلک داعیان اور قائدین سے وابستہ کچھ ایسے افراد ہیں جو مجاہدین سے علیحدہ ہو گئے تھے، دنیاوی فائدوں یا حکومتی عہدوں کی لالچ میں یا پھر انہیں ظلم و جبر کا ڈر تھا اور دہشت گردی اور شدت پسندی کی تہمت سے بچنا چاہتے تھے۔ان لوگوں نے 'اعتدال پسند اسلام'، 'دوسروں کے احترام' اور 'درمیانی راہ' کے گیت گنگنانا شروع کر دیے اور اسلام کا ایسا چہرہ پیش کیا جو امریکی معیارات سے مطابقت رکھتا ہو۔ان میں سے بعض تو اس حد تک پہنچ گئے کہ انہوں نے فریضۂ جہاد کے مبادیات پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔انہوں نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے مجاہدین کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے، اور مجاہدین پر، ان کی قیادت پر، اللہ کے سپاہیوں پر سفا کانہ حملے کا آغاز کر دیا ہے اور ایسے فتاویٰ صادر کرنے شروع کر دیے ہیں جو ان پر فساد فی الارض کے مرتکب ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔وہ حکمرانوں اور استعمار کے مقتدر افراد کو یہ فتاویٰ جاری کرتے ہیں کہ مجاہدین 'خارجی' ہیں اور مفسد ہیں، ان کو قتل کرنا، ان کو قید کرنا اور تعذیب کا نشانہ بنانا حلال ہے۔معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجاہدین کا یہ گروہ جنت میں نہیں جائے گا! حتیٰ کہ انہوں نے عام مسلمانوں کو مرتد حکمرانوں اور استعماراتی قوتوں کی سیکورٹی ایجنسیوں سے تعاون کی دعوت دینی شروع کر دی کہ وہ مجاہدین کے راز افشا کریں اور دہشت گردی کے خلاف تعاون اور مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کے تحت ان کی مخبری کریں۔

یہاں میں ایک بہت اہم نکتے کی طرف اشارہ کروں گا:

اس حقیقت کے باوجود کہ ان میں سے اکثر نے یہ سب کچھ مومنین کے خلاف برسر پیکار مرتدین اور منافقین کے حکم پر کیا ہے اور ان کی وفاداریاں طاغوت اور کافر غاصبین کے ساتھ ہیں، اور شرعاً ان میں سے اکثر کا خون ان کے ارتداد، خیانت اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی وجہ سے حلال ہے۔لیکن، بہر طور یہ عالمی دعوت

وجہاد کی حکمت عملی کی اساس میں سے ہے کہ شیطان کے پرچارکوں اور علمائے سلطان کے اس زندیق گروہ کے ساتھ جولوگوں کو جہنم کے دروازوں کی طرف بلاتے ہیں، اور جو کوئی ان کی طرف توجہ کرے اسے اس میں گرا دیتے ہیں، ان سے مقابلہ دلیل و حجت، شرعی، سیاسی دلائل اور عقلی حقائق کی بنیاد پر ہوگا۔

اگر چہ ان میں سے بہت سے لوگ اس کے مستحق ہیں کہ اُن کی گردنیں ماری جائیں لیکن اس سے عظیم مفاسد برپا ہو سکتے ہیں جو کسی سے مخفی نہیں، یعنی مسلمانوں کے درمیان تلوار کا چلنا، ان علما کی متعصّبانہ اتباع، مجاہدین کے خلاف ان کی جنگ اور جہاد کی مخالفت میں دشمنوں کی صف میں جا شامل ہونا......اور اسی طرح کے جو دوسرے بڑے بڑے فساد ہو سکتے ہیں۔

ان کے ساتھ جیسا کہ ہم تاکید کر چکے ہیں مقابلہ حجت اور بیان کے زور پر ہونا چاہیے۔ اسلحہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غاصبین اور بڑے بڑے مرتدین اور خائنین میں سے ان کے اہم معاونین کو ہدف بنانے کے لیے اٹھنا چاہیے۔ نیز طواغیت کے جن فوجیوں سے مجاہدین لڑنے کا قصد رکھتے ہوں ان سے قتال میں دفاع طور پر استعمال ہونا چاہیے۔ یہ عالمی دعوت وجہاد کے سیاسی اور عسکری نظریے کی حکمت عملی کی نہایت اہم اساس ہے۔

دوم: غاصبین کو ان کے ملکوں میں؛ امریکہ کے قلب اور اس کے عسکری حلیف ممالک کے علاقوں میں نشانہ بنانا

جہاں تک امریکہ یا اس کے کسی بھی حلیف ملک کو اس کے اپنے علاقے میں ہدف بنانے کی بات آتی ہے، یا کسی ایک کو ہدف بنانے اور دوسرے کو چھوڑ دینے، یا اس کو ہدف بنانے اور پھر چھوڑ دینے کی، یا پھر کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ ہدف بنانے کی......تو یہ اس بحث کی جگہ نہیں ہے، بلکہ (اس کی جگہ) پہلا اور دوسرا باب ہے، جو شرعی اور نظریاتی نقطہ نظر اور اسی طرح عالمی دعوت وجہاد کے سیاسی مبادیات کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ یہاں، البتہ ہم اس معاملے کا عسکری پہلو سے جائزہ لیں گے، ایسی حالت میں جبکہ کسی ریاست کو ہدف بنانا جہاد کے سیاسی مفاد میں ہوگا۔ جب کبھی کسی ریاست کو اسلامی شریعت کے مطابق ہدف بنانا جائز ہوگا، اور یہ جہاد کے سیاسی مفاد میں ہوگا تو اہم ترین اہداف یہ ہوں گے:

امریکہ اور مغربی ممالک میں سے اس کے عسکری حلیفوں کے اندر اہم ترین اہداف:

۱۔ بنیادی سیاسی کردار جو مسلمانوں کے خلاف مہم کی قیادت کرتے ہیں؛ ریاستوں کے سربراہ، وزیر، عسکری اور سیکورٹی قائدین۔

۲۔ بڑے بڑے سٹریٹیجک معاشی اہداف جیسے سٹاک ایکسچینج، ایندھن اور تیل کی تنصیبات، ہوائی اڈے، بندرگاہیں، ریلوے لائنیں، پل اور ہائی وے انٹرسکشن، ہائی ویز پر بنی سرنگیں، میٹروسسٹم، سیاحتی اہداف اور اس کے علاوہ دیگر معاشی مصادر اور وسائل۔

۳۔ عسکری مراکز اور بیرک جہاں فوجیں بڑی تعداد میں ہوتی ہیں، خصوصاً یورپ میں قائم امریکی مراکز۔

۴۔ صلیبی، صیہونی اور عیسائی صلیبی ابلاغی اداروں میں سے میڈیا سے منسلک افراد اور مراکز جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کی قیادت کر رہے ہیں اور ان پر حملوں کو حق بجانب ٹھہراتے ہیں۔

۵۔ مرکزی معلومات اور کمپیوٹر کے مراکز جو ریاست کے اندر مختلف اداروں کے درمیان رابطہ قائم کرتے ہیں، کیونکہ اس سے ریاست کی سرگرمیاں مکمل طور پر معطل ہو جائیں گی۔

۶۔ وہ جگہیں جہاں یہودی جمع ہوں، ان کے بڑے بڑے سربراہان اور یورپ میں ان کے ادارے؛ عبادت کی جگہوں اور کنیسوں سے اجتناب کرتے ہوئے۔

۷۔ ان ممالک کے حکومتی اداروں کے سرکاری دفاتر جو جنگ میں شریک ہیں، ریاستی سطح پر بھی اور سیاسی اور عسکری اتحادوں کی سطح پر بھی جہاں وہ ظلم میں شریک ہوں، مثلاً نیٹو اور یورپین یونین کے دفاتر، یہاں ایسے فیصلوں کی ضرورت ہوگی جن کو سیاسی پہلو سے باریک بینی سے دیکھا جا چکا ہو۔

۸۔ امریکہ کے مرکزی شہروں اور اس کی اتحادی مغربی ریاستوں میں سیکورٹی اور استخباراتی مراکز کی عمارتیں۔

۹۔ امریکہ اور مغرب میں عام شہریوں کو مارنا، ان کو جنگ سے باز رکھنے کے لیے یا پھر بدلے میں (عورتوں اور بچوں سے بچتے ہوئے جہاں وہ مردوں سے علیحدہ ہوں، ایسی جگہوں پر جو مردوں کے لیے مخصوص ہوں جیسے تعلیمی ادارے وغیرہ)

یہ امریکہ اور اس کی اتحادی قوتوں کی کسی سفاکانہ حرکت کے جواب میں ہوگا۔ حملے کی وہ صورت جو ریاستوں کو پیچھے ہٹاتی ہے اور حکومتوں کو گراتی ہے، وہ عوام کا قتل عام ہے۔ یہ انسانوں کے مجمع کو ہدف بنا کر کیا جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ جانی نقصان پہنچایا جا سکے اور یہ نہایت آسان ہے کیونکہ ایسے اہداف کثرت سے پائے جاتے ہیں، جیسے

کھیلوں کے پر ہجوم میدان، سالانہ اجتماعی مواقع، بڑی بڑی بین الاقوامی نمائشیں، رش والے بازار، بھیڑ والی عمارتیں، اونچی اونچی عمارتیں وغیرہ۔

اہم نوٹ! شیخ سوری فک اللہ اسرہ کی یہ حکمت عملی جس میں عام تباہی کا ذکر ہے وہ صرف اور صرف امریکہ اور مغربی ممالک کے لیے ہے۔اس کا انطباق مسلمان معاشروں پر کسی صورت نہیں ہوتا......مسلمان معاشروں کے لیے جن اہداف کا تذکرہ شیخ سوری فک اللہ اسرہ نے کیا ہے' ہمارے ہاں پاکستان میں اُن کا فیصلہ شرعی رہنمائی اور حکمت عملی پر غور کر کے مجاہدین کی قیادت ہی کرے گی اور انفرادی طور پر مجاہدین کا خود سے کوئی عملیہ طے کر لینا قطعاً بھی درست نہیں ہوگا۔

(نوائے افغان جہاد، جنوری تا اگست ۲۰۱۱ء)

☆☆☆☆☆

بالکل سیدھی سی بات ہے کہ جو دوسروں کو دہشت زدہ کرتا ہے وہ دہشت گرد ہوتا ہے۔ یوں 'دہشت گردوں' کی دو اقسام بنتی ہیں:

۱۔ ایک ظالم اور غاصب بھی دہشت گرد ہوتا ہے۔

۲۔ ایک عادل بھی دہشت گرد ہوتا ہے جو اپنا اور دوسرے مظلوموں کا دفاع کر رہا ہوتا ہے۔

چنانچہ، جب لفظ 'دہشت گرد' سے مجاہدین مراد ہوں تو ہم اس میں کوئی منفی معنی نہیں پاتے۔ یہ تو دراصل اللہ کے کمزور بندوں کے دشمنوں کے لیے دہشت گرد ہی ہیں۔ تو پھر ابہام کیسا اور مذمت کیسی؟!

ہاں! ہم اللہ کے دشمنوں کے لیے دہشت گرد ہی ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں پر دہشت طاری کر دی ہے، اور ان کی سیکورٹی ایجنسیوں میں سیکڑوں ایجنٹوں کی موجودگی کے باوجود ان کو ان کے گھروں کے اندر خوف میں مبتلا کیا، الحمدللہ۔